حضرت علی علیہ السلام

کی

حیاتِ پاک

حیدر علی مولجی طٰہ

حسینی لائبریری

حسنین سوسائٹی پیر محفوظ روڈ

ملیر کراچی

maablib.org

9531

حضرت علی علیہ السلام

کی

حیاتِ پاک

حیدر علی مولجی طٰہٰ

maablib.org

حسنین لائبریری

حسنین سوسائٹی پیر محفوظ روڈ۔ ملیر۔ کراچی

ماہ طباعت ـــــــــــ جنوری ۱۹۸۰ء
طابع ـــــــــــ ڈیلینٹ پرنٹنگ پریس کراچی
خوشنویس ـــــــــــ فضل احمد
پہلا ایڈیشن ـــــــــــ (۲۰۰۰) دو ہزار

ـــــــــــ (بلا قیمت) ـــــــــــ

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.org

مقدمہ

حضرت علیؓ نے فرمایا "جو شخص میری صفات میں کمی یا مبالغہ کرتا ہے میرا دوست نہیں ہے" (نہج البلاغہ) ایک اور مقام پر حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرمؐ کی اسی طرح پیروی کی ہے جس طرح بکری کا بچہ اپنی ماں کی کرتا ہے" لیکن بد قسمتی سے ہمارے وہ ملا جو اپنے مفاد کی خاطر فرقہ واریت کو ہوا دینا چاہتے ہیں۔ خلافتِ راشدہ کے دور کی تاریخ اسلام صحیح طور پر پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ مندرجہ بالا طبقے سے تعلق رکھنے والے شیعہ ملا تک نے حضرت علیؓ کو ایک لائق مدبر، منتظم، سائنسدان اور ریاضی دان سے زیادہ ایک بہادر سپاہی کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اس سلسلے میں ذیل میں چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت کسی مقام سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ دو آدمیوں میں آٹھ درہموں کی تقسیم پر تنازعہ ہے۔ دراصل ان میں سے ایک شخص کے پاس تین روٹیاں تھیں کھانے کے وقت ایک تیسرا مسافر ان کے کھانے میں شریک ہو گیا تھا اور چلتے وقت ان کو آٹھ درہم دے گیا تھا جن کی تقسیم پر

تنازعہ تھا پانچ روٹی والا کہتا تھا کہ پانچ درہم میرے اس لئے کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تین تمہارے چونکہ تمہاری تین روٹیاں تھیں۔ جبکہ تین روٹی والا کہتا تھا کہ دونوں میں چار چار درہم تقسیم ہونے چاہئیں جب معاملہ حضرت علیؑ کے سامنے آیا تو آپ نے تین روٹی والے کو سمجھایا کہ یہ تین درہم جو پانچ درہم والا خوشی سے دے رہا ہے لے لو ورنہ انصاف کی رو سے تم صرف ایک درہم کے حقدار ہو اور وہ اس طرح کہ اگر تمام روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کر دیئے جائیں تو کل چوبیس ٹکڑے ہوئے پندرہ ٹکڑے پانچ روٹی والے کے اور نو ٹکڑے تین روٹی والے کے۔ تین کھانے والوں نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے اور پانچ روٹی والے نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور باقی سات ٹکڑے مہمان کے حصے میں آئے جبکہ تین روٹی والے نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور ایک مہمان کو دیا۔ اس طرح مہمان کے دیئے ہوئے آٹھ درہموں میں سے سات درہم پانچ روٹی والے کو اور ایک درہم تین روٹی والے کو ملنا چاہیئے۔

آپؑ کے زمانے میں ایک شخص سترہ اونٹ چھوڑ کر مرا اور وصیت کے مطابق تین بیٹوں میں سے پہلے کو ½ یعنی نصف دوسرے کو ⅓ یعنی تہائی اور تیسرے کو ⅑ یعنی کل اونٹوں کا نواں حصہ ملنا تھا۔ تینوں میں سے کوئی بھی اونٹوں کو کاٹنے پر تیار نہیں تھا۔ معاملہ آپؑ تک پہنچا۔ آپؑ نے بالکل اسی طرح جس طرح الجبرا میں کچھ اپنی جانب سے فرض کر لیا

جاتا ہے یا جمع یا تفریق کر دیا جاتا ہے ایک اونٹ اپنی جانب سے ملا دیا اور اس طرح کل اٹھارہ اونٹ ہو گئے جس میں سے اٹھارہ کے نصف یعنی نو پہلے بیٹے کو، اٹھارہ کے ایک تہائی یعنی چھ دوسرے بیٹے کو اور ۱۸ کا نواں حصہ یعنی دو اونٹ تیسرے بیٹے کو دے دیئے اس طرح تینوں بیٹوں کو نو، چھ اور دو کُل ملا کر سترہ اونٹ مل گئے اور حضرت علی نے اپنا اونٹ واپس لے لیا۔

ایک عیسائی پادری نے مولیٰ علی سے سوال کیا کہ چوبیس گھنٹے میں وہ کون سی گھڑی ہے جو نہ دن میں شامل ہے اور نہ رات میں۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ سورج طلوع ہونے سے قبل صبح صادق کا وقت ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب بے آرام مریض بھی سو جاتا ہے۔ خود ہمارا بھی یہی مشاہدہ ہے کہ اگر ہم پوری رات بے آرامی اور جاگ کر گزاریں تو طلوعِ آفتاب سے قبل ہم سو جاتے ہیں۔ ملّا کہتے ہیں کہ شیطان اس وقت ہم کو نماز سے باز رکھنے کیلئے خود پر نیند مسلط کرنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ اس بات سے جو نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم کسی ہسپتال میں ایئر کنڈیشنڈ کی طرح کسی ہال کا درجہ حرارت اور ماحول وہی پیدا کریں جو سورج طلوع ہونے سے قبل ہوتا ہے تو یہ ان لوگوں کیلئے بہترین اسپتال ثابت ہوگا جو نیند نہ آنے کے مریض ہیں۔

قرآن مجید میں سورہ رحمان میں فرمایا گیا "خدا نے جنوں کو ایسی آگ سے بنایا جو دھواں نہیں دیتی" آج ہم دیکھتے ہیں کہ بجلی ایک ایسی آگ ہے جو دھواں نہیں دیتی۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ملتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ سے کسی نے کہا

کہ وہ ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے کے دوران لاکر ان کی خدمت میں پیش کر سکتا ہے قرآن فرماتا ہے کہ اس کو ایک خاص علم کا صرف ایک حصہ حاصل ہے آج کی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۵۰ میں جہاز لندن تک پہنچنے میں تقریباً سولہ گھنٹے لیتا تھا۔ آج ہم بوئنگ طیارے کے ذریعے آٹھ گھنٹے اور کنکارڈ طیارے کے ذریعے چار گھنٹوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ رسول خدا معراج پر براق کے ذریعے گئے عربی میں برق کے معنی بجلی ہیں اور اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ (بجلی کے گھوڑے) پر سوار ہو کر معراج کے لئے تشریف لے گئے۔ ہمارے سائنسدان جو اس صدی میں یا اس سے اگلی صدی میں دوسرے سیاروں تک پہنچ جائیں گے ایک دن ضرور اس بات کو تسلیم کریں گے۔

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلو علیہ وسلمو تسلیما (سورۂ احزاب)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی (اکرم) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی نبیؐ پر درود بھیجو اور سلام کرو جیسا کہ سلام کرنے کا حق ہے۔

صحیح شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر حضرت علی میرے مشیر نہ ہوتے تو میں حکومت نہ چلا سکتا" حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں دو عورتیں حضرت عمرؓ کے پاس آئیں ان میں اس بات پہ تنازعہ تھا کہ ایک لڑکی اور ایک لڑکے میں سے دونوں ہی لڑکے کی مدعی تھیں ہر ایک ہی کہتی تھی کہ لڑکا میرا ہے۔ حضرت عمرؓ نے معاملے کو طے کرنے کی غرض سے حضرت علیؑ سے رجوع کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ دونوں عورتوں کے برابر حجم کے دودھ لیے جائیں اور پھر دیکھا جائے کہ کس کا دودھ بھاری ہے اور کس کا ہلکا جس کا بھاری ہو

لڑکا اسی کا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یا علی آپ تو ہمیشہ یہ فرماتے ہیں کہ میں ہر مسئلے پر قرآن مجید کی ہدایت پر عمل کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ قرآن میں لڑکے کا حصہ لڑکی کے حصے سے دوگنا مقرر کیا گیا ہے۔

قرآن میں متعدد مقامات پر مسلمانوں اور مومنوں کا ذکر ہے۔ عیسائی اور یہودی ہر ایک یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ جنت میں جائیں گے لیکن قرآن کا کہنا ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی جو حضرت ابراہیم کی پیروی کرتے ہیں جنتی ہیں۔ اسی طرح قرآن اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ صرف وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جو متقی ہیں اور سورۂ مومنون میں متقین کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں قرآن میں کہیں شیعہ سنی یا کسی دوسرے فرقے کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف متقین کا ذکر ہے۔ شیعہ اہل سنت اور دوسرے طبقے اس بات کو فراموش کر دیتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ حضورِ اکرم کے سسر تھے اور حضرت بی بی عائشہ رضؓ جن کو قرآن ام المومنین کہتا ہے، امام حسینؑ کی سوتیلی نانی تھیں لیکن امام حسینؑ جنہوں نے کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں بھوک اور پیاس کے عالم میں اپنے نانا کی ظالم امت کے ہاتھوں اتنے مظالم سہنے کے باوجود وقت آخر نماز میں اپنے نانا کی گناہگار امت کے حق میں دعا کی وہ کسی بھی طرح اپنی نانی کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مفاد پرستوں کے مفادات کا تحفظ کرنے کیلئے یہ کرائے کے ملا مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان غلط فہمیاں دور کر کے اسلامی بھائی چارے کا نگت

اور اتحاد کی فضا پیدا کرنے کے بجائے ان میں اختلافات، رنجشوں اور غلط فہمیوں کی مسموم فضا پیدا کرکے فرقہ داریت کو ہوا دینا چاہتے ہیں۔ زیر نظر کتاب، کتابوں کے اس سلسلے کی کڑی ہے جو مسلمانوں میں اخوت بڑھانے اور ان کو متحد کرنے کے سلسلے میں شائع کی جا رہی ہے۔

حیدر علی معالجی

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار بر صغیر
maablib.org

۷۸۶
۱۱۰

اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب

شجرہ:۔

امیر المومنین حضرت علی (علیہ السلام) رسول اکرم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے چچا حضرت ابو طالب کے فرزند تھے حضور اکرم کے والد حضرت عبداللہ اور حضرت علی کے والد حضرت ابو طالب حضرت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور ان دونوں کی والدہ گرامی قبیلہ بنی مخزوم سے حضرت فاطمہ تھیں۔ حضرت علی کی والدہ گرامی کا نام بھی فاطمہ بنتِ اسد تھا جو ہاشم کی اولاد میں سے تھیں۔ اس طرح حضرت علی کے والدین آپس میں چچا زاد بھائی بہن تھے۔

maablib.org

ولادت

حضرت علی ۱۳ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل (۶۱۰ء یعنی ہجرت نبوی سے تقریباً ۲۳ سال قبل) مکہ میں پیدا ہوئے اور مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی پیدائش خانۂ خدا یعنی کعبہ میں ہوئی۔

اسم گرامی :-

آپ کی ولادت کے وقت آپ کے والد حضرت ابوطالب اور حضور اکرم مکہ میں موجود نہیں تھے آپ کی والدۂ گرامی نے آپ کا اسم گرامی حیدر اور اسد رکھا جب آپ کے والد گرامی تشریف لائے تو انہوں نے آپ کا نام زید رکھا لیکن جب حضور اکرم مکہ واپس تشریف لائے تو آپ نے نام علی رکھا اور فرمایا کہ یہ نام خدا کی جانب سے رکھا گیا ہے۔

حضرت علی خود کو "علی" اور حیدر کہا کرتے تھے۔

کنیت :-

آپ کی مشہور کنیتیں ابوالحسن، ابوالسبطین اور ابوتراب ہیں۔ (عرب کا عام رواج تھا کہ اصلی نام کی بجائے کسی شخص کے رشتے سے پکارا جاتا تھا)

القاب :-

آپ کے مشہور القاب۔ مرتضٰے (منتخب) یعسوب الدین، امیر المومنین اور امام المتقین ہیں۔

حلیہ :-

آپ کا قد درمیانہ، چہرے کی بناوٹ خوبصورت، رنگ صاف، آنکھیں بڑی، سیاہ اور کھب جانے والی، شانے کھلے کھلے، بازو مضبوط سینہ فراخ، ہاتھ سخت اور کھردرے، گردن لمبی، پیشانی کشادہ اور سر پر مختصر بال۔

آپ بہت پر وقار انداز میں چلتے تھے ہنس مکھ چہرا خوش طبع

تھے اور بہت ہی خلیقانہ برتاؤ رکھتے تھے۔ آپ کبھی مشتعل ہو کر غصے میں
نہیں آتے تھے۔

پرورش :۔

آپ کی ولادت باسعادت حضور اکرم کی حضرت خدیجتہ الکبریٰ سے
شادی سے تقین سال قبل ہوئی تھی۔ آپ کی ولادت کے بعد سے حضور اکرم
نے آپ کو اپنی نگرانی میں لے لیا تھا اور اپنے بیٹے کی طرح آپ کی پرورش
اور دیکھ بھال فرماتے تھے آپ کو حضور اکرم اپنے ساتھ سلاتے تھے۔ حضورؐ
آپ کو کھانا کھلاتے حضورؐ ہی آپ کو نہلاتے دھلاتے اور کپڑے تبدیل کراتے
تھے۔ مسعودی کا کہنا ہے کہ جب حضور کی شادی حضرت خدیجہ سے ہوئی تو انہوں
نے آپ کو گود لے لیا۔ خود حضرت علی اپنے ایک خطبہ میں اپنے بچپن کے بارے
میں فرماتے ہیں کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ حضور نے میرے والدین سے مجھے
لے لیا تھا۔ میں آپؐ سے چمٹا رہتا تھا آپؐ مجھے اپنے لبستر پر سلاتے مجھے
اپنے جسم مبارک سے چمٹاتے تھے میں آپ کے جسم کی خوشبو اور گرمی کو محسوس
کرتا تھا۔ آپ مجھے کھانا کھلاتے اور جب میں ذرا بڑا ہوا تو آپؐ نے
مجھے کبھی جھوٹ بولتے یا دھوکا دیتے نہیں پایا۔ وہ میرے لئے ستارہ ہدایت
تھے اور میں آپ کے ہر عمل میں آپ کی پیروی کرتا تھا۔

میں آپ کے ساتھ اس طرح رہتا تھا جس طرح اونٹ کا بچہ اپنی ماں
کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ میرے سامنے اعلیٰ اخلاقی اقدار رکھتے تھے اور مجھے
ان کو اپنانے کی ہدایت فرماتے تھے۔

ہر سال آپ غار حرا میں کچھ دن گزارا کرتے تھے اور میں آپ کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ اس وقت میں آپ کا واحد ساتھی ہوا کرتا تھا اور میرے علاوہ کوئی دوسرا آپ سے نہیں مل سکتا تھا وہیں میں نے نور ہدایت و وحی دیکھا ایک دفعہ آپ نے مجھ سے فرمایا "علی تم نے ایک بہت اہم مقام حاصل کر لیا ہے تم وہ کچھ دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں اور وہ کچھ سنتے ہو جو میں سنتا ہوں"۔

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت علی سے فرمایا "اے علی خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خود سے قریب رکھوں تم میرے لئے ایک کان کی حیثیت رکھتے ہو اور ہر چیز یاد رکھتے ہو چونکہ قرآن نے تمہاری تعریف کی ہے۔"

حضرت علی اور حضور اکرام میں کتنی محبت تھی

(۱) ابن ابی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ ایک دن میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ میرے چچا زاد محمدؐ کے بہت لڑکے تھے جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا حضرتؐ ان میں سے کس لڑکے کو سب سے زیادہ چاہتے تھے انہوں نے جواب دیا کہ "حضرت علی ابن ابی طالب" حضرت عبداللہ نے پھر فرمایا کہ جناب میں ان کے بیٹوں کے بارے میں دریافت کر رہا ہوں۔ آپ کے والد نے پھر جواب دیا کہ حضور حضرت علی سے اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ جب حضرت علی بچے تھے تب بھی میں نے آپ کو حضور سے آدھ گھنٹے سے زیادہ علیحدہ نہیں دیکھا جب آپ ضروری کاموں سے گھر سے باہر جایا کرتے تھے

کبھی کسی باپ کو اپنے بیٹے سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی حضورؐ حضرت علی سے کیا کرتے تھے اور نہ ہی میں نے اتنا فرمانبردار بیٹا دیکھا جتنا علی تھے۔

۲۔ انہی مورخ نے رسولِ اکرم کے صحابی حضرت جبیر سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ان کے والد نے ان سے اور ان کے خاندان کے چند دوسرے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "کیا تم نے دیکھا ہے کہ علی کس طرح اپنے والد کے بجائے اس شخص محمدؐ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور کتنی محبت کرتے ہیں۔ کتنی شدت سے چاہتے ہیں۔ میں لات اور عزیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کاش نوفل کے اتنے خود رو پودوں کے بجائے جو میرے گرد اکھٹا ہیں مجھے علی کی طرح صرف ایک بیٹا مل جاتا۔

۳۔ حضورؐ نے فرمایا "اے علی میں تمہارے لئے ہر اس چیز کی خواہش کرتا ہوں جو میں اپنے لئے چاہتا ہوں اور ہر اس چیز سے تمہیں بچانا چاہتا ہوں جس سے خود پرہیز کرتا ہوں۔

۴۔ سلافہ طبرانی اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ حضور اکرم جب بھی غصہ کی حالت میں ہوتے تھے تو آپؐ سے حضرت علی کے علاوہ کسی اور کی بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

(۵) ابن ابی الحدید حضرت عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ اور حضرت علی ایک دوسرے سے بہت شدت سے محبت کرتے تھے

حضور حضرت علی کو اس قدر چاہتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت علی کو بچپن میں حضور نے کسی کام سے باہر بھیجا اور آپ کو تھوڑی تاخیر ہوگئی جس پر آپ پریشان اور فکر مند ہوگئے اور آخر کار خدا سے دعا کی کہ "اے خدا مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میں علی کو دوبارہ نہ دیکھ لوں"۔

(۶) جب حضرت علی ۱۳، ۱۴ برس کے تھے تو انہوں نے حضورؐ کے محافظ کے فرائض انجام دینے شروع کر دیئے تھے جب قریش کے نوجوان اپنے ماں باپ کے کہنے پر حضور پر پتھر پھینکتے تھے تو حضرت علی ان سے لڑتے اور حضور کی حفاظت کرتے وہ اکثر اپنے سے بڑوں سے بھی ٹکر لیتے تھے اور زخمی بھی ہو جاتے تھے لیکن اپنے اس خود عائد کردہ فرض سے کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے حضور پر پتھر مارنے بند کر دیئے اور حضرت علی حضور کو تنہا گھر سے نکلنے نہیں دیتے تھے۔

ہجرت کی شب آپؐ کے بستر پر سو جانا اور دوسری جنگوں میں ان کا کردار حضرت علی کے حضور سے والہانہ عشق کا ثبوت ہے۔

آپ کا کردار

(۱) جارج گورڈن جدید مصر کا مشہور عیسائی مورخ، ماہر لسانیات، فلسفی اور شاعر تھا اس کی مادری زبان عربی تھی لیکن اس کو انگریزی فرانسیسی، جرمن، فارسی اور لاطینی زبانوں پر عبور حاصل تھا اور اس نے فرانس جرمنی اور انگلستان کے مختلف رسائل میں لکھا ہے حضرت علی

maablib.org

کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ:
"حضرت علی کی کوئی اتنی تعریف نہیں کر سکتا جس کے وہ سزاوار ہیں۔ ان کے تقویٰ اور خوفِ خدا کے اتنے واقعات موجود ہیں کہ ہر شخص ان سے محبت شروع کر دیتا ہے" وہ اسلام کے ایک سچّے مخلص اور پرجوش پیروکار تھے۔ وہ ایک عظیم شخص تھے جن کے زندگی اور امن کے مسائل سے متعلق اپنے ذاتی آزادانہ خیالات تھے۔ انہوں نے کبھی کسی شخص کو دھوکہ نہیں دیا نہ ہی کسی کو گمراہ کیا۔ اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں انہوں نے جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کا بہترین مظاہرہ کیا جس کا سبب مذہب پر ان کے پختہ عقیدے اور حق و انصاف پر ان کے مکمل یقین تھا۔ انہوں نے کبھی خادم نہیں رکھا اور کبھی اپنے غلاموں کو سخت محنت نہیں کرنے دی وہ اکثر اپنے گھر کی چیزیں خود لاتے تھے اور اگر کوئی ان کے وزن کو کم کرنے کی کوشش کرتا تھا تو آپ انکار کر دیتے تھے۔

(۲) الازہر یونیورسٹی کے اسلامیات کے پروفیسر اور مصر کے مشہور فلسفی علامہ محمد مصطفیٰ نجیب اپنی معرکتہ الارا کتاب حمایت الاسلام میں کہتے ہیں کہ ان امام کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟ ان کے فضائل و مناقب مکمل طور پر بیان کرنا مشکل ہے۔ صرف اس بات سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے آپ کو شہر علم کا دروازہ کہا ہے۔ آپ سب سے بڑے عالم، سب سے بہادر مرد اور شعلہ بیان خطیب

اور مقرر تھے۔ ان کا تقویٰ ان کا اللہ سے والہانہ عشق اور مذہب سے ان کا پر خلوص لگاؤ اس قدر عظیم منزل پر تھا کہ کوئی اس تک پہنچ نہیں سکتا۔ وہ ایک بہت بڑے سیاست دان تھے چونکہ ان کو ڈپلومیسی سے نفرت تھی اور وہ حق اور انصاف کو پسند کرتے تھے ان کی حکمت عملی وہی تھی جو خدا نے ان کو تعلیم کی تھی۔ انسان کے ذہن کے بارے میں اپنے وسیع علم اور اپنے تدبر کی بنا پر وہ ہمیشہ صحیح نتائج پر پہنچتے تھے اور اپنی رائے کبھی تبدیل نہیں کرتے تھے۔ ان کے فیصلے سب سے صحیح ہوتے تھے اور اگر ان کو خوف خدا نہ ہوتا تو وہ عرب کے سب سے بڑے ڈپلومیٹ ہوتے، ان سے سب محبت کرتے ہیں اور ہر شخص کے دل میں ان کے لئے ایک مقام ہے آپ ایسی محیر العقول خصوصیات کے حامل تھے کہ بہت سے علما ان کے بارے میں الجھن میں پڑ گئے اور ان کو تجسیم الٰہی سمجھنے لگے۔ یہودیوں اور عیسائیوں میں بہت سے لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں اور یہ فلاسفر جو ان کی تعلیمات سے واقف ہیں۔ وہ ان کی وسیع اور بے مثال علم کے آگے جھک جاتے ہیں۔ بادشاہان روم ان کی تصاویر اپنے محلات میں لگاتے اور بڑے جنگی سورما اپنی تلواروں پہ ان کا نام نامی کھدواتے۔

(۳) مصر کے ایک اور مشہور فلسفی اور مورخ استاد محمد کامل آپؑ کو اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ آپ کی زندگی خوشگوار

خوشگوار واقعات خونی ملوں اور غمگین حادثات کا مجموعہ ہے۔ آپ کی شخصیت آپ کی اعلیٰ صفات کی بنا پر بہت اہم ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر رخ اتنا تابناک ہے کہ اگر آپ ان کی زندگی کے کسی ایک دور کا مطالعہ کریں، تو آپ محسوس کریں گے کہ یہ ان کے کردار کا سب سے بہتر رخ تھا اور ان کی شخصیت کی بہترین تصویر تھا لیکن زندگی کے کسی دوسرے دور کا مطالعہ کرتے وقت آپ مزید مسحور ہو جائیں گے اور آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ کوئی انسان اس عظمت تک نہیں پہنچ سکتا لیکن ان کی شخصیت کا تیسرا رخ آپ کو اتنا ہی زیادہ پرکشش معلوم ہوگا اور آپ محسوس کریں گے کہ آپ کے سامنے ایک ایسی شخصیت ہے جس کی عظمت کا آپ پوری طرح اعتراف نہیں کر سکتے آپ محسوس کریں گے کہ علی میدان جنگ کے بھی امام (رہنما) سیاست کے بھی امام تھے، مذہب کے بھی امام تھے۔ فلسفہ، ادب، علم و دانش اور اخلاقیات کے بھی امام تھے۔ خدا کے لئے اس قسم کا انسان خلق کرنا مشکل نہیں۔

(۴) نہج البلاغہ کے مفسر ابن ابی الحدید کہتے ہیں "حضرت علی ایک ایسی شخصیت رکھتے تھے جس میں اس قدر مخالف صفات جمع ہو گئی تھیں کہ یقین نہیں آتا تھا کہ کیا اس قسم کا امتزاج ممکن ہے؟ وہ تاریخ کے سب سے بہادر شخص تھے اور ایسے بہادر افراد ہمیشہ سنگ دل ظالم اور خون بہانے کے شوقین ہوتے ہیں لیکن اس کے

برعکس حضرت علیؑ رحم دل نرم مزاج اور نیک خو تھے جو ایک متقی اور خدا سے ڈرنے والے بندے کیلئے موزوں صفات تھیں۔

وہ بہت متقی اور پرہیزگار تھے اور اکثر متقی افراد معاشرے سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور گناہگار لوگوں سے ملنے سے احتراز کرتے ہیں اسی طرح جنگجو، امرا اور بادشاہ عام لوگوں میں بیٹھنا کسرِ شان سمجھتے ہیں لیکن حضرت علیؑ سب سے مختلف تھے وہ سب کے دوست تھے درحقیقت ان کے دل میں غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کے لئے ایک خاص مقام تھا ان کے لئے وہ ہمیشہ ایک اچھے دوست، ایک رحمدل رہنما اور غمگسار ثابت ہوتے تھے۔ وہ ان کے ساتھ بہت نرم تھے لیکن عظیم جنگی سورماؤں کے لئے وہ بہت سخت تھے اور ان میں سے بہتوں کو انہوں نے دست بدست جنگ میں مارا تھا۔ وہ ہمیشہ بڑے رحمدل اور نرم مزاج رہتے لیکن خودسر اور سرکش لوگوں کے ساتھ بڑی سختی سے نمٹتے اور ان کو خدا کی بتائی ہوئی راہیں دکھاتے۔

وہ ہمیشہ مسکراتے رہتے اور تقریر اور بحث و مباحثہ میں ان کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا۔

maablib.org

آپ کا تعلق ایک امیر اور ممتاز گھرانے سے تھا وہ حضور اکرمؐ کے داماد اور ان کے بہت قریب تھے، وہ اپنے وقت کے بہترین فوجی اور جنگجو تھے ان تمام باتوں کے باوجود وہ غریبوں کی طرح سادہ زندگی گزارتے، انہی کی طرح کھاتے اور انہی جیسا پہنتے ان کے نزدیک دولت

صرف غریبوں اور ضرورتمندوں کے لئے تھی نہ کہ ان کی اپنی ذات اور اپنے خاندان کے لئے۔ وقت اور حالات کی تبدیلی سے ان کے خیالات، افکار اور ان کے کردار میں کوئی فرق نہ آیا۔ جب ان کو عرب کے تخت پر خلیفہ کی حیثیت سے عنانِ حکومت سنبھالنی پڑی تب بھی وہ وہی علی تھے جو وہ پچھلی حکومتوں کے دوران تھے۔ ایک دفعہ امام مالک ابن حنبل کے بیٹے عبداللہ کی محفل میں حضرت علی سے متعلق بحث چل نکلی تو حضرت عبداللہ نے یہ کہہ کر بحث کو تمام کیا کہ حضرت علی کو خلافت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا بلکہ خلافت کو حضرت علی کی وجہ سے چار چاند لگ گئے۔

دنیا حضرت علی کے علاوہ ایک بھی مثال کسی ایسے شخص کی نہیں پیش کر سکتی جو ایک اول درجے کا فوجی اور جنگجو ہو، جو فلسفی بھی ہو۔ ایک اخلاقی رہنما ہو۔ اور مذہب اور دینیات کا ایک عظیم استاد ہو۔ ان کی زندگی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے اپنے ابتدائی دور میں اپنے دفاع کیلئے جو جنگیں لڑی ہیں اس میں حضرت علی کی تلوار واحد مددگار تھی۔ ان کے ساتھ بدر، احد، خندق خیبر اور حنین میں کون تھا؟ یہ ان کی زندگی کا ایک رخ ہے جبکہ ان کی زندگی کا دوسرا رخ ان کے خطوط، خطبات، فرمان اور اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ چیزیں ہمیں کتنی اعلیٰ اخلاقی اقدار سکھاتی ہیں ان میں کتنا بڑا فلسفہ ہے اور یہ ہمیں کس طرح متقی، رحمدل، سخی اور پرہیزگار بننا سکھاتی ہیں۔ یہ ہمیں کسطرح اس بات پر تیار کرتی ہیں کہ

ہم ایسے فوجی بنیں جو صرف حق اور انصاف اور خدا کے لئے لڑتے ہیں نہ کہ دولت اور مملکت کے لئے۔ اور یہ کس طرح ہم کو ایک ایسا معلم بننے پر زور دیتی ہیں جو ایسی کوئی چیز نہ سکھائے جو انسانیت کے لئے ضرر رساں ہو۔ کیا اس سے پہلے ان صفات کا مجموعہ کوئی شخصیت تھی یا کبھی ہو گی؟

(۵) مشہور فرانسیسی مصنف اولسنر کی نظر میں حضرت علی شجاعت کا مثالی نمونہ تھے اور دلیری، بہادری اور سخاوت کا مجسمہ۔ وہ کہتا ہے کہ "وہ عالم تھے اور بے خوف تھے۔ انہوں نے دنیا کے لئے شجاعت اور اچھے کردار کی بہترین مثال قائم کی۔ ان کی روح حضرت محمد کا مکمل عکس تھی۔

آپ کا مذہب

تمام مورخین اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی کو ان کے بچپن ہی میں حضرت محمدؐ نے گود لے لیا تھا۔ اور ان کی دیکھ بھال کی تھی اس لئے فطری طور پر ان کے مذہبی رجحانات وہی تھے جو حضور اکرمؐ کے تھے۔ اس لئے یہ سوال کہ حضرت علی کب اسلام لائے بے معنی ہے وہ شروع ہی سے مسلمان تھے ان کا مذہب وہی تھا جو حضور کا مذہب تھا۔ اپنی عمر کے پانچویں۔ ساتویں۔ دسویں۔ بارہویں اور چودھویں سال میں ان کا وہی مذہب تھا جو حضور کا اپنی عمر کے پینتیسویں، سینتیسویں چالیسویں، بیالیسویں اور چوالیسویں سال میں تھا (حضرت علی اور حضور کی عمروں میں ۳۰ سال کا فرق تھا)۔ اگر حضور اپنی عمر کے کسی دور میں

غیر مسلم تھے تو حضرت علی بھی اس دور میں غیر مسلم تھے۔ یہی منطقی حقائق ہیں۔ امام کبیر نور الدین فرماتے ہیں۔ "حضرت علی حضور اکرمؐ کے بیٹوں کی طرح تھے اس لئے شروع سے ہی ان کا وہی مذہب تھا جو حضورِ اکرمؐ کا تھا"۔

مسعودی کہتے ہیں کہ "مسلمان مورخین کا عام خیال یہ ہے کہ حضرت علی کبھی بھی غیر مسلم نہیں تھے انہوں نے کبھی بھی، بتوں کی پوجا نہیں کی اس لئے اسلام قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آپ کی زوجہ، بچے اور گھریلو زندگی

حضرت علی کی شادی حضور اکرمؐ کی بیوی حضرت خدیجہ کے بطن سے واحد دختر حضرت فاطمہ کے ساتھ ہوئی۔ ان کی نسبت واقعہ بدر سے پہلے ہو گئی تھی لیکن شادی کی رسوم کی ادائیگی بدر کے تین ماہ بعد انجام دی گئیں۔ حضرت علی ۲۱ سال کے اور حضرت فاطمہ ۱۵ سال کی تھیں یہ ایک خوشگوار شادی تھی۔ دونوں زن و شوہر میں کبھی کسی قسم کا گھریلو تنازعہ نہیں ہوا اور وہ ایک کامیاب اور مطمئن گھریلو زندگی گزارتے رہے دونوں امیر گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت فاطمہ عرب کی امیر ترین خاتون حضرت خدیجہ کی واحد وارث تھیں اور پیغمبر اسلام کی بیٹی ہونے کے علاوہ اپنی والدہ کی طرف سے بہت سے باغات مکہ اور مدینہ میں ماں کی طرف سے ملے تھے۔ حضرت علی ایک اعلیٰ درجے کے فوجی تھے

اور جنگوں کے مالِ غنیمت میں ان کا اچھا اور کافی حصہ ہوتا تھا اس کے باوجود جو کچھ ان کے پاس ہوتا تھا وہ غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور بعض اوقات خود فاقے بھی کر لیتے تھے۔ ان کی زندگی میں ان کو عبادت میں خوشی محسوس ہوتی تھی یا اپنے بچوں میں بیٹھ کر۔ ان کو ایک کنیز فضہ بھی دی گئی تھیں لیکن حضور نے انتظام کر دیا تھا کہ ہر دوسرے دن فضہ کو کام نہ کرنا پڑے اور حضرت فاطمہ گھر کا کام خود کیا کرتی تھیں۔

اگر حضرت فاطمہ کسی ایسے دن بیمار ہو جاتی تھیں جو حضرت فضہ کے کام کا دن نہ ہوتا تو بھی حضرت فضہ سے کام نہیں لیا جاتا تھا اور حضرت علی خود اپنے ہاتھوں سے گھر کا کام کاج کرتے تھے اور فاتح بدر و حنین و خندق خود جو پیستے، روٹی پکاتے اور بچوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ "حضرت محمد کی اکلوتی دختر اور ان کے خلیفہ کی بیوی ایک غریب مزدور کی طرح زندگی گزارتی تھیں اگر وہ اپنی خیرات کردہ رقم کا عشر عشیر بھی اپنے لئے بچا لیا کرتیں تو بہت آرام و سکون کی زندگی گزار سکتی تھیں۔ حضرت فاطمہ کے ۴ بچے ہوئے اور پانچویں حضرت محسن کا حمل ضائع ہو گیا تھا۔ چار بچوں کے نام حسن، حسین، زینب اور اُم کلثوم تھے حضرت زینب عبداللہ بن جعفر اور حضرت ام کلثوم عبداللہ ابن جعفر کی زوجہ تھیں۔ حضرت فاطمہ کی حیات میں حضرت علی نے دوسری شادی نہیں کی البتہ حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد یمامہ نامی ایک خاتون اور ان کی

وفات کے بعد حنفیہ نامی خاتون سے شادی کی۔ حضرت محمد حنفیہ آپ ہی
کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔
آپ نے اس کے بعد بھی شادیاں کیں۔ آپ کے بہت اولادیں
ہوئیں آپ کی اولاد نے بہت بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔
امام حسین نے کربلا کے میدان میں حضرت عباس امام حسین کی فوج
کے علمدار تھے، حضرت فاطمہ نے کوفہ اور دمشق میں اور محمدِ حنفیہ نے
نہروان میں بڑا نام پیدا کیا۔

حضرت علی کا اپنے دشمنوں کے ساتھ برتاؤ

طلحہ ابن ابی طلحہ نہ صرف اسلام کا دشمن تھا بلکہ حضور اکرم اور
حضرت علی کا بھی سخت دشمن تھا۔ جنگ احد میں وہ قریش کی فوج
کا علمدار تھا حضرت علی کا اس سے مقابلہ ہوا اور دو بدو جنگ میں
حضرت علی نے اس کو گرا دیا۔ حضرت علی نے اس کو اسی حال میں چھوڑ دیا
اور اس سے دور چلے گئے جس پر بہت سے لوگوں نے حضرت علی
سے کہا کہ طلحہ ان کا زبردست دشمن ہے وہ اس کا قصہ تمام
ہی کر دیں حضرت علی نے جواب دیا کہ میں ایسے کسی بھی آدمی پر حملہ
نہیں کرتا جو اپنا دفاع نہیں کر سکتا چاہے وہ میرا دشمن ہو یا نہ ہو۔
اگر زندگی اس کی قسمت میں ہے تو جب تک اس کی حیات ہے اس
کو زندہ رہنا چاہیئے۔

(۲) جنگ جمل کے دوران حضرت قنبر آپ کے پاس ایک مشروب لائے اور عرض کی کہ یا مولا اس سخت دھوپ اور گرمی میں آپ مسلسل جنگ میں مصروف ہیں آپ یہ مشروب پی لیں تاکہ تراوٹ محسوس ہو۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ ایسے موقع پر جب کہ ہزاروں لوگ میرے چاروں طرف زخمی پڑے ہیں میں مشروب پیوں گا؟ تم ایسا کرو کہ اپنے ساتھ چند افراد کو لے کر یہ ٹھنڈا شربت ان کو پلاؤ۔ حضرت قنبر نے عرض کی کہ یا مولا یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ "یہ ٹھیک ہے کہ وہ دشمن ہیں لیکن انسان ہیں"۔

(۳) جنگ صفین میں معاویہ حضرت علی کے لشکر سے پہلے دریا پر پہنچ گیا جب حضرت علی کی فوج پہنچی تو ان کو بتایا گیا کہ وہ دریا سے ایک قطرہ پانی بھی نہیں لے سکیں گے۔ حضرت علی نے معاویہ سے کہلوایا کہ یہ بات انسانی اصولوں اور اسلامی احکامات کے خلاف ہے جس پر معاویہ نے جواب دیا کہ جنگ میں انسانی اصولوں یا اسلام کے احکامات کی پابندی نہیں کی جا سکتی میرا اصلی مقصد علی کو مار دینا اور ان کے لشکر کو کمزور کرنا ہے اور اس طرح میرا یہ مقصد حل ہو جائے گا۔ حضرت علی نے امام حسین کو حکم دیا کہ دریا پر حملہ کر کے دریا کا قبضہ حاصل کریں حملہ ہوا اور دریا کی طرف والا حصہ قبضے میں آ گیا۔ اب معاویہ نے دریا سے پانی لینے کے لئے استدعا کی۔ معاویہ کا پیامبر حضرت علی کے پاس آیا اور حضرت نے اس سے کہا کہ وہ جتنا پانی چاہیں اور جب چاہیں لے لیں۔

حضرت علی کے ساتھیوں نے آپ سے عرض کی کہ یا مولیٰ یہ آپ کا دشمن ہے اور اس نے آپ کو پانی لینے سے منع کر دیا تھا آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ مانا کہ اس نے مجھے پانی دینے سے انکار کر کے ایک غیر انسانی حرکت کی تھی لیکن میں اپنے جانی دشمن تک پر کھانا اور پینا بند نہیں کر سکتا۔

(۵) جنگ نہروان میں آپ دوسرے عام فوجیوں کی طرح جنگ فرما رہے تھے جنگ کے دوران ایک شخص کے دو بدو مقابلے میں اس شخص کی تلوار گر گئی حضرت علی اس پر وار کرنے ہی والے تھے کہ ان کی نظر اس کے ناامید اور مایوس چہرے پر پڑی آپ نے آہستگی کے ساتھ اپنا ہاتھ نیچے کر لیا اور کہا کہ دوست چونکہ تم خود اپنا دفاع کرنے کے قابل نہیں ہو اس لئے چلے جاؤ۔ حضرت علی کے اس برتاؤ سے اس شخص میں جرأت پیدا ہوئی اور اس نے حضرت سے سوال کیا کہ "آپ مجھے مار کیوں نہیں دیتے اس طرح آپ اپنا ایک دشمن کم کر دیں گے"۔ آپ نے جواب دیا کہ تم اپنا دفاع نہیں کر سکتے اور میں ایسے لوگوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا کرتا۔ تم نے زندگی کا سوال کیا تھا سو تمہاری جان بخش دی گئی۔ اس پر اس نے حضرت سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے در سے کبھی سائل واپس نہیں جاتا کیا آپ مجھے اپنی تلوار دیدیں گے آپ نے اسے اپنی تلوار دے دی۔ تلوار قبضے میں کر لینے کے بعد اس نے حضرت سے سوال کیا کہ اب آپ کو میرے وار سے کون بچا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے خدا نے میری

موت ایک فرشتے کی حفاظت میں دے رکھی ہے اور یہ وقت سے پہلے نہیں آ سکتی۔ اور جب یہ آجائے گی تو مجھے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ آپ کے ان خیالات اور اس رویہ سے دشمن پر بہت اثر ہوا اس نے آپ کے گھوڑے کی رکاب چوم کر عرض کی کہ آپ حقیقتاً ایک عظیم انسان ہیں۔ آپ نہ صرف اپنے دشمن کی جان بخش سکتے ہیں بلکہ اس کو اپنی تلوار بھی عطا کر دیتے ہیں۔ مجھے یہ موقعہ دیجئے کہ میں آپ کے محافظ ہونے کا شرف حاصل کر سکوں اور آپ کی خاطر لڑ سکوں۔ آپ نے جواب دیا" دوست، حق و انصاف کے لئے لڑو، شخصیات کے لئے نہیں۔"

(۵) ۳۹ اور ۴۰ ہجری کے دوران معاویہ نے لٹیروں اور قاتلوں کے گروہ منظم کئے جو سرحدی شہروں میں داخل ہو کر لوٹ مار کرتے اور دہشت گردی کرتے تھے حضرت کمیل جو آپ کے مقرر کردہ گورنر تھے انہوں نے اجازت طلب کی کہ وہ بھی اسی قسم کے لوگوں کے گروہ منظم کر کے معاویہ کے علاقے میں بھیجیں۔ حضرت علی نے ان کو جواب بھیجا میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم جیسا شخص اس قسم کی تجویز پیش کرے گا اپنے شہریوں اور اپنے صوبے کی حفاظت اس سے کہیں بہتر ہے کہ دوسروں کے علاقوں میں دہشت گردی کی جائے۔ وہ ہمارے دشمن ہیں تو ہوں لیکن وہ انسان ہیں۔ ان میں شہری آبادی ہے بچے ہیں اور عورتیں ہیں کوئی ان کو کس طرح قتل کر سکتا ہے، لوٹ مار کر سکتا ہے نہیں کبھی نہیں ایسا تو بھی خواب میں بھی مت دیکھنا۔

(۱۶) رمضان کا مہینہ تھا صبح کا وقت تھا مسجد میں لوگ نماز فجر کیلئے جمع تھے آپ نے سجدے سے سر اٹھایا ہی تھا کہ ایک کاری ضرب آپ کے سر پر لگی اور آپ زخمی ہو گئے مسجد میں شور ہو گیا۔ قاتل بھاگنے لگا۔ لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کو پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا اور حضرت علی کے حضور میں پیش کیا جو جائے نماز پر اپنے بیٹوں کے سہارے خون میں تر تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ زخم مہلک ہے۔ اور وہ مشکل سے ہی بچیں گے لیکن جب قاتل کو آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے دیکھا کہ جن رسیوں سے قاتل کو باندھا گیا ہے وہ بڑی سختی سے باندھی گئی ہیں اور گوشت میں گڑ رہی ہیں۔ آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم کو اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ اتنا ظالمانہ برتاؤ نہیں کرنا چاہیئے تم دیکھ نہیں رہے کہ رسیاں اس کو تکلیف پہنچا رہی ہیں۔ رسیوں کو ڈھیلا کر دو۔

حضرت علی دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ

آپ کے داماد عبداللہ بن جعفر جن کو آپ نے اپنی چہیتی بیٹی حضرت زینب زوجیت میں دی تھیں آپ کو بہت عزیز تھے آپ نے حضرت جعفر کی موت کے بعد سے حضرت عبداللہ کو پالا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ آپ کے پاس تشریف لائے اور ان سے بیت المال سے اپنے حصے میں سے کچھ رقم پیشگی مانگی آپ نے انکار کر دیا حضرت عبداللہ نے جب اصرار کیا تو آپ نے جواب دیا "نہیں میرے بیٹے دوسروں سے ایک دن بھی پہلے

نہیں مل سکتا اور نہ ہی ایک پائی زیادہ دی جا سکتی ہے"۔

(۲) حضرت علی کے بڑے بھائی عقیل مالی طور پر بہت پریشان حالی میں تھے آپ حضرت علی کے پاس آئے اور ان سے بیت المال سے اپنے حصے میں سے پیشگی مانگا جس پر حضرت علی نے فرمایا کہ میں مقررہ وقت سے پہلے آپ کو آپ کا حصہ نہیں دے سکتا۔ آپ کو یہ وقت صبر کے ساتھ گزارنا چاہیئے۔ آپ نے اس واقعے کا تذکرہ ایک خطبے میں بھی کیا ہے۔

(۳) آپ حضرت ابن حنیف پر بہت اعتماد کرتے تھے اور آپ نے ان کو اپنا گورنر بھی مقرر کیا تھا ایک ایسی تقریب میں مدعو کیے گئے جہاں تقریب کے بعد ایک پر تکلف عشائیے کا انتظام تھا جب حضرت علی تک اس بات کی اطلاع پہنچی تو آپ نے ان کو ایک بہت سخت خط لکھا جس میں ان کے اس عمل پر بہت سخت و سست کہا گیا کہ "تم ایک ایسی دعوت میں شریک تھے جس میں صرف امیروں کو مدعو کیا گیا تھا اور غریبوں کو نہیں بلایا گیا تھا"۔

حضرت علی اپنے خدام اور غلاموں کے درمیان

حضرت علی کے دو غلام حضرت قنبر اور حضرت سعید نام کے تھے۔ حضرت قنبر فرمایا کرتے تھے کہ ان کو حضرت علی کی خدمت کرنے کا شاذ و نادر ہی موقعہ ملتا تھا۔ حضرت علی اپنا کام خود کر لیا کرتے تھے اور اپنے خدام یا غلاموں کو زحمت نہیں دیتے تھے گھر کے عام کام کاج پانی بھرنا۔ کپڑے دھونا،

کپڑوں میں پیوند لگانا، یہ سب کام آپ اپنے ہاتھوں سے کیا کرتے تھے حتیٰ کہ جس دن حضرت فضہ کی چھٹی ہوتی تھی تو بھی گھریلو کام کاج مثلاً چکی پیسنا یا روٹی پکانا بھی کر لیا کرتے تھے۔ وہ اپنے غلاموں کو اچھا کھانا اور بہترین لباس دیا کرتے تھے اور خود غریب آدمیوں کی خوراک اور لباس استعمال کیا کرتے تھے۔ ڈانٹنا، مارنا تو درکنار وہ کبھی اپنے غلاموں سے ناراض بھی نہیں ہوتے تھے وہ انسانوں تو انسانوں جانوروں پر بھی ظلم نہیں کرتے تھے کبھی اپنے گھوڑے یا خچر کے لئے لکڑی استعمال نہیں فرماتے تھے۔ جانور بھی آپ کے مزاج کو خوب سمجھتے تھے۔

حضرت قنبر فرماتے ہیں کہ صرف ایک دفعہ آپ مجھ پر غصہ ہوئے تھے یہ وہ موقعہ تھا کہ جب میں نے ان کو اپنی جمع شدہ رقم آپؑ کو دکھائی یہ رقم میں نے بیت المال سے ملنے والے اپنے حصے سے پس انداز کی تھی یا وہ بخشش جو مجھے آپؑ کے گھر والے دیا کرتے تھے۔ یہ تقریباً ۱۰۰ درہم تھے میرے سامنے ان کے استعمال کی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لئے یہ رقم پس انداز ہوگئی تھی۔ جب میں نے آپ کو یہ رقم دکھائی تو مجھے بعد میں بہت زیادہ افسوس ہوا کہ وہ اداس نظر آنے لگے اور مجھ پر ناراض ہوئے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا کہ یا مولیٰ آپ کس بات سے رنجیدہ ہیں۔ آپؑ نے جواب دیا کہ اگر تمہیں اس وقت اس رقم کی ضرورت نہیں تھی تو کیا تمہارے قریب ہی ایسے لوگ موجود نہیں تھے جن کو اس رقم کی شدید ضرورت تھی ان میں سے بہت سے فاقہ کشی میں مبتلا ہیں اور بہت سے بیمار ہیں۔

میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ تم اتنے سنگدل ہو جاؤ گے اور دولت جمع کرنے میں لگ جاؤ گے۔ قنبر مجھے ڈر ہے کہ تم اسلام کے لئے کچھ نہیں کر رہے ہو خلوص اور سنجیدگی کے ساتھ محنت کرو۔ میرے گھر سے یہ رقم لے جاؤ۔ قنبر فرماتے ہیں کہ میں یہ رقم لے کر کوفے کی مسجد میں آ گیا اور اسی وقت ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی۔

آپ کے دوسرے غلام جن کا نام سعید ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت حضرت کو اپنے کسی گورنر کو بلانے کیلئے میری ضرورت پڑی گرمی بہت تھی شاید وہ مجھے بھیجنا چاہتے تھے۔ میں نے آپ کی آواز سنی لیکن جان بوجھ کر جواب نہیں دیا۔ دوسری دفعہ آواز دینے پر بھی خاموش رہا حتیٰ کہ تیسری مرتبہ آپ نے مجھے بلایا۔ تھک کر حضرت خود ہی جانے کے لئے کھڑے ہو گئے جب آپ نے مجھے قریب ہی بیٹھے ہوئے پایا تو متعجب ہوئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ میں نے ان کی آواز پر جواب کیوں نہیں دیا۔ میں نے جواب دیا یا مولیٰ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ کب غصے میں آتے ہیں اور مجھ سے ناراض ہوتے ہیں۔ آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور فرمایا تم ان بچکانہ حرکتوں سے میرے غصے کو بڑھا نہیں سکتے اس کے بعد آپ نے مجھے آزاد کر دیا اور اپنی وفات تک میری دیکھ بھال اور امداد کرتے رہے۔

***

حضرت علی کا اپنے محکوموں کے ساتھ رویہ

(۱) حضرت علی کے ایک گورنر عبید اللہ ابن عباس نے قبیلہ بنی تمیم کے ساتھ غلط اور ناروا برتاؤ کیا۔ جس پر انہوں نے حضرت علی تک رسائی حاصل کی اور شکایت کی۔

آپ نے حضرت عبید اللہ ابن عباس کو تحریر کیا "تمہیں محکوموں کے ساتھ جانوروں کا سا برتاؤ نہیں کرنا چاہیئے یہ باعزت لوگ ہیں اور ان کے ساتھ باعزت برتاؤ ہونا چاہیئے۔ تم میری نمائندگی کر رہے ہو اور تمہارا برتاؤ میرا برتاؤ متصور ہوگا۔ تمہاری سب سے پہلی توجہ ان لوگوں کی بہتری اور فلاح و بہبود ہونی چاہیئے جن پر تم حاکم ہو اور ان کے ساتھ عزت اور توجہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے پر۔

(۱۱) ایک دفعہ کچھ غیر مسلم زراعت پیشہ افراد اور مزارعوں نے حضرت سے عبداللہ ابن عباس کی شکایت کی کہ وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے حضرتؑ نے عبداللہ بن عباس کو تحریر کیا کہ "تمہارے صوبے کی زراعت پیشہ آبادی نے تمہارے سخت توہین آمیز اور ظالمانہ برتاؤ کی شکایت کی ہے۔ ان کی شکایت پر سنجیدگی سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کو اب تک کئے جانے والے برتاؤ سے زیادہ اچھے برتاؤ کی ضرورت ہے۔ ان کو خود سے ملنے کا موقعہ دو اور ان

سے اچھی طرح ملو۔ یہ غیر مسلم ہیں لیکن انسان ہونے اور ہمارے محکوم ہونے کی بنا پر اس بات کے لائق نہیں ہیں کہ ان کو خود سے دور رکھا جائے اور توہین آمیز اور سخت برتاؤ کیا جائے۔

(۳) حضرت علی اپنے لشکر کے ہمراہ احباز سے گزر رہے تھے۔ صوبے کے امرا نے اس زمانے کے رسم و رواج کے مطابق ان کو خوش آمدید کہا انہوں نے حضرت کی خدمت میں بہترین ایرانی گھوڑے پیش کئے اور فوج کی مہمانداری کے فرائض انجام دینے کی اجازت طلب کی۔ حضرت ان لوگوں سے بہت اچھی طرح پیش آئے لیکن انہوں نے بہت نرمی سے ان کے تحائف اور مہمانداری کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ آپ لوگوں نے ٹیکس ادا کر دیئے ہیں اس لئے آپ سے مزید کچھ لیا حالانکہ آپ اپنی خواہش سے دے رہے ہیں ریاست کے خلاف ایک جرم ہے لیکن جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو حضرت نے فوجیوں سے کہا کہ ٹیکس کے بدلے میں گھوڑے لے لو البتہ مہمانداری کے اخراجات فوجی مد سے ادا کئے جائیں۔

(۴) ایک دفعہ آپؑ کے ایک گورنر حارث ابن سہیل کوفہ آئے ہوئے تھے اور شہر میں گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے انہوں نے حضرت علی کو گھوڑے پر سوار دیکھا اور اس خواہش کے پیش نظر گھوڑے سے اتر آئے کہ حضرت کے ساتھ پیدل چلنے کا شرف حاصل کر سکیں حضرت علی نے اپنا گھوڑا روک دیا اور فرمایا "خدا کے علاوہ کسی انسان کے آگے خود کو جھکانا

غلط بات ہے۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ اگر تم گورنر بھی ہوتے تب بھی میں اس طرح تم کو نہیں کرنے دیتا انسان کے آگے انسان کی اس طرح توہین مجھے پسند نہیں ہے یہ ظلم کی بدترین شکل ہے۔

(۵) نہج البلاغہ میں حضرت کا ایک خط موجود ہے جو اعلیٰ اخلاقی اصولوں اور ایک مثالی ریاست کے بہترین انتظام کے لئے قواعد و ضوابط پر مبنی ہے جس کا حوالہ اکثر یورپی مورخین اور عرب فلسفی دیتے ہیں۔ ۱۶ اپریل ۱۹۶۰ء کو کراچی بار کے صدارتی خطبے میں جسٹس کیانی نے اس خط کا حوالہ دیا تھا۔ اس خط میں اس قسم کے احکامات ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عمال سے چاہتے تھے کہ وہ یہ بات نہ بھولیں کہ جن پر وہ حاکم بنائے گئے ہیں وہ خدا کی جانب سے ان کے پاس امانت ہیں اور اسی طرح ان کو عمل کرنا چاہیئے۔

حضرت علی غریبوں کے درمیان

گرمیوں کی دوپہر آپ نماز کے بعد مسجد سے تشریف لا رہے تھے کہ آپ نے بازار میں ایک کنیز کو بری طرح روتے ہوئے دیکھا۔ آپؑ نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ اس کے آقا نے اسے کچھ پیسے لے کر کھجوریں لینے بھیجا تھا اور جب وہ کھجوریں لے کر آقا کی خدمت میں گئی تو اسے وہ پسند نہ آئیں اور اس نے کہا کہ وہ انہیں واپس کر آئے اور رقم واپس لے آئے۔ لیکن پھل فروش

اس سے کھجوریں واپس نہیں لے رہا جس پر اس کے آقا نے اس کو مارا اور بار بار واپس جانے پر پھل فروش نے بھی اس کو مارا۔

حضرت اس کی داستان سن کر بہت متاثر ہوئے اور اسے لے کر پھل فروش کے پاس پہنچے تاکہ اس کو سمجھا سکیں۔ پھل فروش کوفہ میں نیا نیا آیا تھا وہ حضرت کو پہچانتا نہیں تھا اور اسی لئے وہ آپ سے تلخ کلامی پر اتر آیا لوگوں کے یہ بتانے پر کہ ان سے حضرت علی مخاطب ہیں وہ ایک دم اپنی دوکان سے باہر آیا اور حضرت علی سے گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا اور کہنے لگا میں ابھی کھجوریں واپس لے لیتا ہوں اور اس کی رقم واپس کر دیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک اچھے اور دیانتدارانہ مشورہ کو نہ ماننا اور طاقت اور قوت کے آگے اس طرح جھک جانا کمینگی ہے۔ کنیز کے آقا کو جب واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بھی حضرت علی سے معافی مانگنے کے لئے آیا کہ اس کی کنیز کی وجہ سے حضرت کو زحمت ہوئی۔ حضرت علی نے اس سے فرمایا کہ تم کسی ایسے آدمی کے لئے رحم کے جذبات بالکل نہیں رکھتے جو تمہارے زیر دست ہیں اور ان کی خطا کو معاف نہیں کرتے کیا تم خدا کے رحم اور درگذر حاصل کرنے کا حق رکھتے ہو؟ تم لوگوں نے اسلام کے نام کے سوا اور اسلام سے کچھ حاصل نہیں کیا۔

(۲) حضرت نے ایک ایسے جذامی کو ایک پناہ گاہ دے رکھی تھی جس کی بیماری بہت آگے بڑھ گئی تھی اور اس کے ہاتھ بھی نہیں تھے یہ پناہ گاہ شہر سے دور تھی اور حضرت روزانہ وہاں جایا کرتے تھے اس کو کچھ دیر

کے لئے باہر لایا کرتے تھے تاکہ وہ تازہ ہوا میں سانس لے سکے اسکے زخموں کی مرہم پٹی کیا کرتے تھے اور اس کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا کرتے تھے۔ آپ کے اس معمول کا کسی کو علم نہیں تھا۔ آپ کی شہادت کے بعد اتفاق سے آپ کے اعزا کا اس شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا جب اس کی داستان سنی تو اس کو بتایا کہ حضرت شہید ہو چکے ہیں اس غریب شخص کو اس خبر سے اتنا صدمہ پہنچا کہ وہ موقعہ پر ہی مر گیا۔

(۳) ایک دن آپ نے ایک بڑھیا عورت کو لکڑیوں کا بڑا بوجھ اٹھائے دیکھا عورت کے لئے بوجھ بہت زیادہ تھا اور وہ بوجھ کے نیچے ہانپ رہی تھی آپ نے اس کا بوجھ ہلکا کیا اور اس کی جھونپڑی تک اس کو چھوڑا اس کے کہنے پر آپ نے اس کے گھر میں اس کا چولھا جلایا اور چلتے وقت کچھ پیسے بھی دیئے۔ اس عورت کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ آپ کون ہیں آپ کو اس عورت کے پڑوسی نے پہچانا اور تب اس عورت کو پتہ چلا کہ اس طرح فرمانبردار خادموں کی طرح اس کی خدمت کرنے والا خلیفۃ المسلمین ہے۔

حضرت علی کی خوراک

حضرت علی بہت سادہ خوراک استعمال کرتے تھے اور ان کا کھانا ایک ایسا کھانا ہوتا تھا جس سے بہتر غریب سے غریب کھا سکتا ہے یہی حالت آپ کے لباس کی تھی۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ اچھا کھانا یا

maablib.org

اچھا کپڑا استعمال نہیں کر سکتے تھے بلکہ آپ غریب شخص کی سی زندگی گزارنا چاہتے تھے۔

(۱) امام احمد اپنی کتاب "مسند" میں ابن غفلہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت علی سے ملنے دارالامارہ گیا۔ ناشتے کا وقت تھا آپ کے سامنے دودھ کا ایک پیالہ اور جو کی روٹی تھی۔ روٹی سخت اور سوکھی ہوئی تھی اور اس پر روغن یا مکھن بھی لگا ہوا نہیں تھا آسانی سے توڑی بھی نہیں جا سکتی تھی حضرت علی کو اس روٹی کو توڑنے کیلیے زور لگانا پڑ رہا تھا، میں فضہ سے مخاطب ہوا اور اس سے کہا کہ فضہ تم کو اپنے آقا کا ذرا بھی خیال نہیں ہے کیا تم ان کو نرم روٹی نہیں دے سکتیں اور ذرا سا روغن یا مکھن اس پر نہیں لگا سکتیں فضہ نے کہا کہ کوئی آپ کا کیا خیال رکھ سکتا ہے جبکہ آپؑ کو خود اپنا خیال نہیں ہے۔ آپؑ نے ہمیں خصوصی ہدایات دے رکھی ہیں کہ ان کی روٹی میں کچھ نہ ملایا جائے اور نہ ہی آٹے میں سے بھوسی الگ کی جائے ہم ان کے غلام اور کنیزیں ان سے کہیں بہتر کھانا کھاتے ہیں۔ یہ سننے پر میں حضرتؑ سے مخاطب ہوا اور عرض کی یا مولیٰ اپنی حالت پر رحم فرمائیں، اپنی عمر، ذمہ داریوں سخت محنت اور خوراک کو دیکھیں۔ حضرت نے مجھے جواب دیا کہ "تم نہیں جانتے کہ حضورؐ کیسا کھانا کھایا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کا کھانا نہیں کھایا۔

(۲) علامہ کمال الدین محمد ابن طلحہ اپنی کتاب میں حضرت عبداللہ سے

روایت کرتے ہیں کہ" ایک دفعہ حضرت عبداللہ عید کے دن حضرت علی
کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت علی نے انہیں ناشتہ میں شرکت کی دعوت
دی وہ راضی ہو گئے ہمارے سامنے بہت ہی سادہ کھانا رکھا گیا انہوں
نے حضرت سے سوال کیا کہ مولا آپ اتنے بڑے خلیفہ ہیں میں متوقع تھا
کہ بہت ہی نفیس قسم کا کھانا دستر خوان پر ہو گا لیکن یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔
حضرت نے انہیں جواب دیا کہ تم نے طاقتور بادشاہوں کی زندگی کے
بارے میں سنا ہو گا جو بڑی پر تعیش زندگی گزارتے ہیں لیکن میری خواہش
ہے کہ میں ایک غریب اور مزدوروں جیسی زندگی گزارنے والا حاکم بنوں۔
(۲) امام احمد اپنی کتاب "مسند" میں تابعی ابن ابی رافع سے روایت
کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں عید کے دن حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل
کرنے ان کے دولت کدہ پر گیا اور میری موجودگی میں ہی آپ کے پاس
ایک تھیلی لائی گئی جس کو مضبوطی سے باندھا گیا تھا میں سمجھا کہ اس
میں قیمتی ہیرے جواہرات ہوں گے لیکن میری حیرت کی انتہا نہیں رہی
جب اس تھیلی کو کھولنے پر اس میں سے سوکھی روٹی کے ٹکڑے نکلے جو
حضرت نے پانی میں ڈال کر نرم کئے۔ میں نے حضرت سے سوال کیا کہ یا مولا
اس تھیلی کو مضبوطی سے بند کرنے میں کیا مصلحت ہے جس کو غریب سے
غریب آدمی بھی چرانے کا خیال نہیں کرے گا۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا
میں اس لئے اس کو باندھ کر اور حفاظت سے رکھتا ہوں کہ میرے بچے
اس میں نرم روٹی ملانے کی کوشش کرتے ہیں یا ایسی روٹی ملاتے ہیں

جس پہ روغن یا مکھن لگا ہوا ہوتا ہے۔ میں نے آپ سے سوال کیا کہ آقا کیا آپ کو خدا نے اچھا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہوا ہے حضرت نے جواب دیا "نہیں" بلکہ میں چاہتا ہوں میں دن میں کم از کم ایک دفعہ ایسا کھانا کھاؤں جو میرے ملک کا سب سے غریب آدمی کھاتا ہو۔ میں اپنا کھانا اس وقت بہتر بناؤں گا جب میں اپنی رعایا کا معیار زندگی بہتر بنا دوں گا۔

حضرت کا لباس

امام احمد اپنی کتاب 'المناقب' میں حضرت ہارون سے روایت کرتے ہیں کہ "میں ایک دفعہ اپنے والد کے ہمراہ حضرت علی سے ملنے گیا، سردی کے دن تھے اور سخت سردی پڑ رہی تھی میں نے دیکھا کہ حضرت بہت باریک سوتی پیرہن زیب تن کئے ہوئے ہیں میرے والد نے سوال کیا کہ یا امیر المومنین بیت المال میں آپ کا اور آپ کے خاندان کا بھی ایک حصہ ہے آپ اس کو اپنے استعمال میں کیوں نہیں لاتے حضرت نے جواب دیا کہ مجھے تمہارے بیت المال سے کچھ نہیں چاہیئے یہ وہ لباس ہے جو میں مدینے سے اپنے ساتھ لایا تھا۔"

(۲) امام احمد زید ابن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی اپنے دولت کدے سے نکلے تو آپ کے لباس پر جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے ایک خارجی جو حضرت علی کا دشمن تھا اور کوفے میں رہتا تھا حضرت کو دیکھ کر ان کے لباس پر طنز کرنے لگا حضرت نے

اسے جواب دیا کہ تمہیں میرے لباس میں کیا خامی نظر آتی ہے یہ ایسا لباس ہے جو ہمارے عوام میں سے ہر شخص استعمال کر سکتا ہے تم ان لوگوں کی زندگی اور ان کے لباس کے بارے میں غور کیوں نہیں کرتے میں اپنا معیار اس وقت بہتر بناؤں گا جب میں ان کے معیارِ زندگی کو بہتر بنالوں گا میں اسوقت تک ان جیسی زندگی گزارتا رہوں گا۔ اس قسم کے لباس سے آدمی میں سادگی منکسر المزاجی اور نرم خوئی پیدا ہوتی ہے اور نفرت، سرکشی اور غرور دور ہوتا ہے۔

(۳) علی المشاقی اور طبری حضرت عمر ابن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی سے ایسا لباس پہننے کا سبب دریافت کیا جس میں پیوند لگے ہوئے تھے تو آپ نے جواب دیا کہ اے عمر اس قسم کا لباس تم کو نرم دل بنا دیتا ہے تمہارے دماغ سے بیجا غرور کو ختم کرتا ہے اور یہ ایسا لباس ہے جسے غریب مسلمان بآسانی خرید سکتے ہیں اور استعمال کر سکتے ہیں۔

(۴) امام ابو عمر ابنِ عبد البر اپنی کتاب استعیاب میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی مسجدِ کوفہ سے دوسرے لوگوں کے ساتھ برآمد ہوئے آپ کے لباس پر پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ کے مقابلے میں آپ کے دوسرے ہمراہیوں کے لباس اتنے بہتر تھے کہ وہ شہزادوں کی مانند نظر آرہے تھے۔ حضرت آپ کو منہ ہب سمجھنے کی نصیحتیں فرما رہے تھے۔

(۵) امام احمد لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے کوفہ کے ایک بزاز سے

دو قمیضیں خریدیں جن میں سے ایک اعلیٰ قسم کی اور دوسری ادنیٰ قسم کی تھی آپ نے اعلیٰ قسم کی قمیض اپنے غلام قنبر کو دیدی اور دوسری قمیض خود زیب تن کی۔

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.org

حضرت علیؓ بحیثیت ایک حکمران
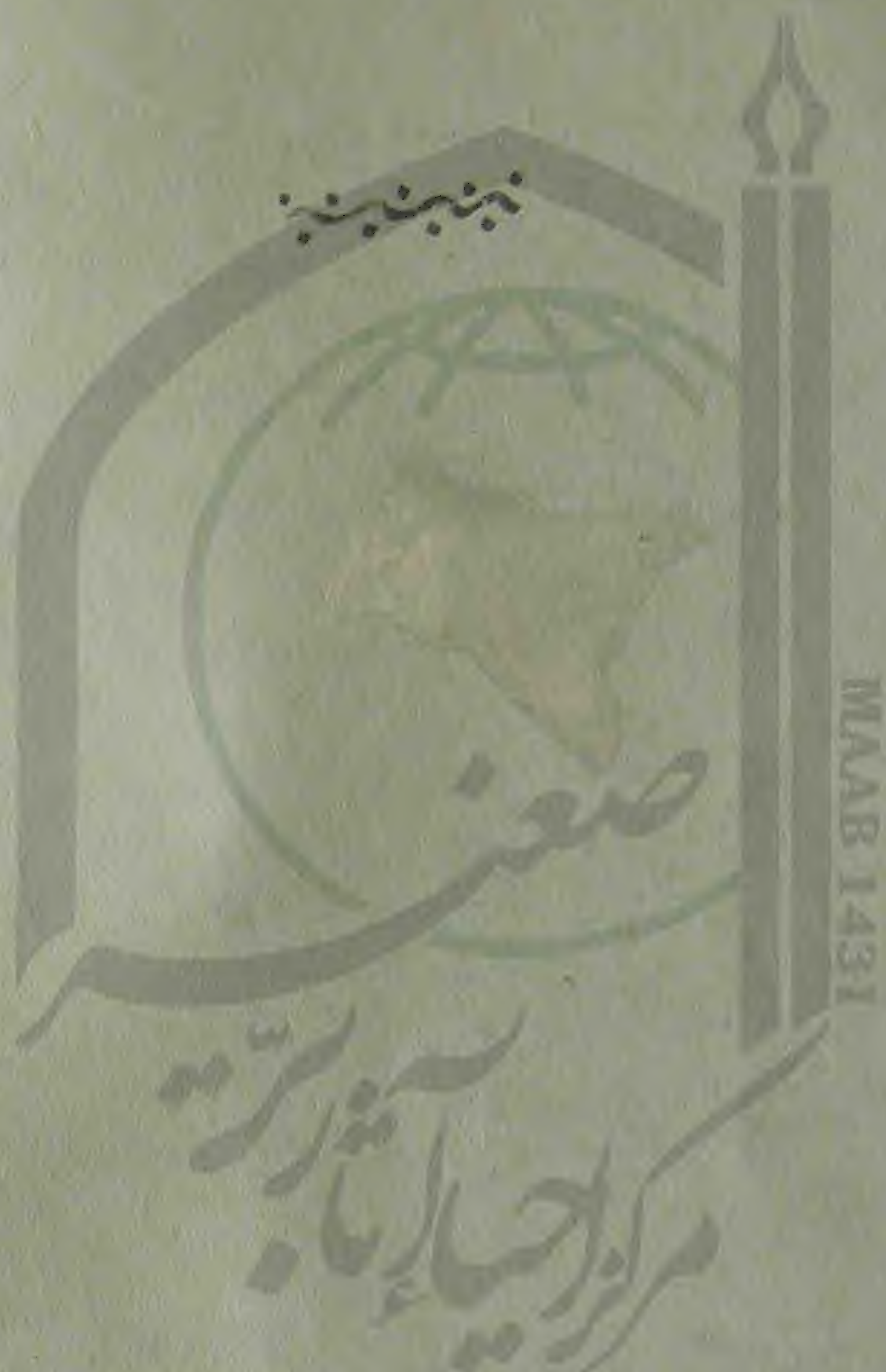
جس وقت حضرت علیؓ نے عنانِ حکومت سنبھالی اس وقت ملک ایک مایوس کن اور نا امیدی کے موڑ پر کھڑا تھا۔ حضور کے سب اکابر صحابہ کی حکومت سے ہمدردیاں ختم ہو چکی تھیں مروان اور اس کے قبیلہ کی تنگ نظری اس بات کا سبب تھی۔ لوگ ایسی غیر منظم حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھا رہے تھے۔ ان کی سرکشی کامیاب ہو چکی تھی۔ وہ حکمران ٹولے کو دوبارہ برسرِ اقتدار نہیں دیکھنا چاہتے تھے اس کے برعکس وہ لوگ جنہوں نے خلافت سے فائدہ اٹھایا تھا دوبارہ برسرِ اقتدار آنے کے خواب دیکھ رہے تھے ان میں بہت سے اپنے لئے خلافت حاصل کرنے کی کوشش میں تھے۔

خلیفہ کی وفات کے تین دن بعد تک دارالخلافہ میں بدامنی

افراتفری اور انارکی کا عالم تھا۔ پانچویں دن حضرت علی کو بالاتفاق رائے خلیفہ چن لیا گیا۔ حضرت علی نے نہ ہی انتخاب میں حصہ لیا اور نہ ہی خلافت کا دعویٰ کیا بلکہ لوگوں نے حضرت علی سے یہ ذمہ داری سنبھالنے کی درخواست کی۔ لیکن جب حضرت نے یہ ذمہ داری قبول کی تو انہوں نے اپنی پہلی ہی تقریر میں واشگاف الفاظ میں اپنے ارادوں اور حکمت عملی کے بارے میں تفصیل سے بتادیا کہ چونکہ ان لوگوں نے آپ کو اپنا حکمران چنا ہے اس لئے وہ اسی وقت تک اس ذمہ داری کو سنبھالیں گے جب تک یہ لوگ ان کا حکم مانتے رہیں گے لیکن چونکہ آپ کو ان کے خلوص پر شبہ تھا اس لئے آپ پہلے ہی دو مرتبہ خلافت سنبھالنے سے انکار کر چکے تھے۔ لیکن ان کی ابتر حالت اور متواتر اصرار نے حضرت کو مجبور کر دیا کہ وہ خلافت قبول کر لیں۔ آپ ان کے انتخاب کے رہینِ منت نہیں ہیں بلکہ ان پر حکمرانی کے فرائض انجام دینے کی ذمہ داری قبول کر کے آپ نے ان کی خدمت کی ہے۔ آپ اپنی حکومت کے سلسلے میں ان لوگوں کے مسلسل اصرار کی وجوہات سے بھی بخوبی واقف تھے جارح اور ظالم حکومت نے ان کے ساتھ بہت برا برتاؤ روا رکھا تھا، حکمران طبقہ ہمیشہ ان کی توہین کرتا رہتا تھا، ان کی شکایات سننے سے گریز کرتا رہتا تھا اور ان کی بہتری کی فکر نہیں کرتا تھا۔ عوام کو اسلامی تعلیمات سے قطعی طور پر بے بہرہ رکھا گیا تھا اور ان کو احساس دلایا گیا تھا کہ یہ لاعلمی ان کے حق میں بہترین شے ہے۔ ان کو مذہب اور تقویٰ کے نام پر دنیاوی مفادات

پر اپنی توجہ مرکوز کر دینے کی عادت ڈلوادی گئی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ظالمانہ قوت کی حکمرانی ہو گئی جس سے یہ لوگ تھک چکے تھے اور حضور اکرم کی طرز کی نرم قسم کی ایک حکومت کے خواہشمند تھے۔ اس خواہش نے ان کو ایسی شخصیت کی تلاش پر مجبور کر دیا جو اس قسم کی حکومت تشکیل دے سکتا ہو اور ان کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ حضرت علی ہی وہ شخصیت ہیں جن پر حضور اکرم دوسروں سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے اور یہ کہ آپ ہی حضور کے تمام اسرار کے جاننے والے تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت کو بالاتفاق رائے حکمران منتخب کر لیا۔

لیکن ان کو ان ذمہ داریوں اور فرائض کا احساس نہیں تھا جو حضرت کو اپنا حکمران منتخب کر کے انہوں نے اپنے اوپر عائد کر لی تھیں۔ آپ کو ان کی کمزوریاں معلوم تھیں اور یہ بھی جانتے تھے کہ جب ان کو معلوم ہوگا کہ آپ انفرادی بہتری کے بجائے عمومی بھلائی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، جب وہ ان لوگوں کو حضور اکرم کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے پر مجبور کریں گے، جب آپ انکو مساوات کے اصول کے تحت انسانی بھائی چارہ اور دوسرے انسانوں سے محبت کے اصولوں کو قبول کرنے پر مجبور کریں گے اور جب وہ خدا اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے فرائض کو بے غرض طور پر بجا لانے پر مجبور کریں گے اور اس طرح ان کو اللہ کی حکومت کا مثالی شہری بنائیں گے جو ایسے لوگوں کیلئے

ایک مثال ہوگا جو ایک اچھی حکومت کے تحت امن اور خوشحالی کی خواہش رکھتے ہیں تو یہ لوگ اس وقت آپ پر سے اعتماد کھو دیں گے۔ آپ کو ڈر تھا کہ اس قسم کے نظام حکومت اور معاشرے کے قیام سے یہ لوگ آپ سے برگشتہ ہو جائیں گے وہ ذاتی مفادات کیلئے شور و غوغا کریں گے اور غلط قسم کی مسرتوں کی تمنا کریں گے اور ان کو حاصل کرنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کیلئے دولت اور طاقت کی خواہش بھی کریں گے جو ان کی حکومت میں ناممکن ہوگا۔ ان کو اس بات کا احساس نہیں کہ اس قسم کی مسرتوں کے حصول کو آسان بنا کر ان کو محدود طاقت دے کر اور ان کو جہالت کے اندھیرے میں رکھ کر حکمرانوں نے دراصل انہیں کٹھ پتلی بنا دیا ہے جو ان کے لئے بے شعور، اندھے اور مستقبل سے بے نیاز غلاموں کی طرح کام کرتے رہیں۔ آپؑ ان کو ان کی اپنی آزادانہ مرضی سے دین کے حقیقی راستے پر چلانے کی کوشش کریں گے تاکہ ان میں سادہ زندگی، اعلیٰ فکر اور بے جا طرفداری اور خواہ مخواہ کی مسرتوں کی خواہشات سے دستبردار ہونے کی عادت پیدا ہو۔ خدا ان کو اسی قسم کا انسان دیکھنا چاہتا ہے اور حضورِ اکرم نے انہیں ایسا ہی مثالی انسان بنانے کی کوشش کی تھی۔ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے اور اس ربع صدی نے یہ اور بھی مشکل بنا دیا ہے لیکن آپ اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

دولت، خوشحالی اور گورنری کی جو امید لوگوں کے دلوں میں تھی وہ حضرت کی پہلی تقریر نے ختم کر دی۔ ان کو معلوم ہو گیا کہ ان کو حضرت علیؑ سے غلط اور بے جا رعایتوں کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ عوامی

maablib.org

دولت پر ان کے بے جا دعاوی اور عوامی املاک پر ان کے ناجائز قبضے اب مزید جاری نہیں رہ سکیں اس کا نتیجہ حضرت علی ابن ابو طالب کے خلاف تین بغاوتوں اور مشکلات کا ۴ سالہ دورِ حکمرانی تھا اس کے باوجود آپ نے ان چار سالوں میں جو اصلاحات کیں اور جو طرزِ حکومت آپ نے متعارف کرایا وہ ایک مثال ہے

آپ کی اِصلاحات

حضرت علی نے ان نامساعد حالات میں بھی پورے خلوص کے ساتھ عوام کی ذہنی سطح کو بلند کرنے کی کوششیں کیں جس کا آپؑ نے وعدہ کیا تھا۔ اور ان میں کامیابی حاصل کی۔ دوسرا اقدام آپؑ نے یہ کیا کہ عرب بدوؤں کو تعلیم یافتہ اور مہذب عرب بنانے کیلئے مرکزی طور پر لوگوں کو ذمہ داریاں تفویض کیں۔ ان افراد میں سے کسی کو آپؑ نے عربی زبان کے بنیادی اصول اور گرامر کے قواعد بتائے اور ان پر خصوصی توجہ دینے کی ہدایت کی تو کسی کو قرأت کے فن کی دیکھ بھال پر متعین کیا۔ کسی کو ریاضی فلکیات اور انجینئرنگ کا کام سونپا تو کسی کو عربی زبان اور ادب کی دیکھ بھال کا ذمہ دار بنایا۔ کسی کو شاعری اور منطق کیلئے مقرر کیا تو کسی کو اصول انتظام اور فصاحت زبان کی دیکھ بھال کا کام تفویض کیا اور خود اپنے لئے فلسفہ، مذہب، علم اخلاق، تفسیر قرآن و سنتِ رسول کے شعبے رکھے لیکن درحقیقت ان تمام سرگرمیوں کا مرکز آپ ہی

کی ذات تھی۔ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود آپ اپنے نائبین کو ہدایات دینے کا وقت نکال لیتے تھے اور ان کو سمجھاتے تھے کہ کب اور کہاں کیا سمجھانا ہے اور کیسے سمجھانا ہے کس مقام پر اور کس موقعہ پر کیا کہنا ہے اور کس انداز میں کہنا ہے اور ان کی اس تعلیم کا نتیجہ ہی ہے کہ ان کے لئے یہ نائبین اور شاگرد جنہوں نے یہ خدمات انجام دیں اسلامی تہذیب میں درخشاں ستاروں کی طرح روشن رہے اور ان کو امام سمجھا جاتا ہے۔

نئے نظام حکومت کی بنیاد

عربوں کو ذہنی پستی سے نکالنے کے پروگرام کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے بعد آپ کی سب سے زیادہ توجہ انتظامیہ کو بہتر بنانے پر مرکوز رہی آپ کے پروگرام میں بیرونی حملوں سے ملک کے تحفظ کے مناسب انتظامات کرنا، امن اور قانون کی بالادستی قائم کرنا، بدعنوانی اور رشوت پر قابو پانا، تمام لوگوں کو مساوی مواقع فراہم کرنا اور قومی دولت کی مساوی تقسیم کرنا، دیانت دار اور متقی عمال کا تقرر اور غیر دیانت دار افراد کو سرکاری عہدوں سے برطرف کرنا، ایک طاقتور فوج کی تیاری، اور صرف کرائے کے سپاہیوں کے فوج میں لئے جانے کو روکنے کے انتظامات کرنا، تجارت اور تاجروں کی بہتری کے اقدامات، غیر مسلموں سے مناسب رواداری برتنا اور باعزت برتاؤ کرنا شامل تھا آپ نے اپنے اس پروگرام پر پوری کامیابی کے ساتھ عمل کیا۔

عوامی خدمت کے محکموں کی تقسیم کار

آپ نے عوامی خدمات کے محکموں کو ان شعبوں میں منقسم کیا۔

(۱) عوامی مالیات
(۲) فوج
(۳) مرکزی سیکریٹریٹ
(۴) عدلیہ
(۵) صوبائی دفاتر

(۱) محکمہ مالیات

اس محکمہ کو دو شعبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

(الف) شعبہ وصولی:۔

حضرت علی نے صرف تین قسم کے ٹیکسوں کی وصولی کی اجازت دی تھی۔

(۱) مالیہ

یہ زیادہ تر سونے یا چاندی کے سکوں یا سونے کی شکل میں وصول کیا جاتا تھا۔ اس ٹیکس کی وصولی کے لئے افسران کا تقرر مرکز سے کیا جاتا تھا لیکن حضرت علی نے گورنروں کو بھی اس قسم کے افسران کے تقرر کا اختیار دے رکھا تھا۔

(۲) زکاۃ اور صدقہ

یہ زیادہ تر جنس، یا مویشی کی شکل میں وصول کیا جاتا تھا اس ٹیکس

کو وصول کرنے والے افسران کا تقرر حضرت علی خود کیا کرتے تھے، اور آپ اس سلسلے میں متقی اور دیانت دار افسران کے تقرر پر خصوصی توجہ دیتے تھے اور ان کی سرگرمیوں اور طرزِ عمل پر کڑی نظر رکھتے تھے۔

(iii) جزیہ:-

زکاۃ کے بجائے غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا ان کا تحفظ اور ان کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنا حکومت کا کام تھا۔ غیر مسلموں سے اس ٹیکس کے علاوہ اور کسی قسم کا ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔

جب بھی ضروری ہوتا اراضی کی مساحت (سروے) کرایا جاتا۔ ہر ٹیکس دہندہ کو اپیل کرنے کا حق تھا اور اس اپیل کی سماعت کے لئے عدالت کے افسران کا تقرر خود حضرت علی کیا کرتے تھے۔

حضرت علی نے سب سے پہلے وصولی اور اخراجات کے لئے بجٹ کا نظام جاری کیا۔ ہر صوبے کو اپنا بجٹ براہ راست آپؑ کو منظوری کے لیے پیش کرنا ہوتا تھا۔ آمدن کو دو مدوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ مرکزی اور صوبائی۔ زکوٰۃ اور صدقہ مرکزی حکومت کی مدیں تھیں مالیہ، اور جزیہ صوبائی حکومت کی۔

مالیہ کی شرح یہ تھی

۱۔	اعلیٰ درجے کی (سب سے زیادہ زرخیز) زمین	۱½ درہم فی جریب
۲۔	دوسرے درجے کی زرخیز زمین	۱ درہم فی جریب
۳۔	تیسرے درجے کی زمین	½ درہم فی جریب

maablib.org

۴۔ باغیچہ، انگوروں کے باغ اور کھجوروں کے باغ ۱۰ درہم فی جریب

صدقات اور زکوٰۃ صرف مسلمانوں کو ادا کرنے ہوتے تھے اور یہ ٹیکس ذاتی آمدنی، ارضی املاک، ذخیرہ شدہ سونے اور سکوں، اور مویشیوں پر لگائے جاتے تھے۔ اور اس کی شرح اسلامی قوانین کے مطابق رکھی گئی۔

جزیہ ایک شخصی ٹیکس تھا جو ہر شخص سے اس کی آمدنی یا املاک سے قطع نظر لیا جاتا تھا۔ یہ ایک سالانہ ٹیکس تھا لیکن ان لوگوں کو مختلف درجوں میں منقسم کیا گیا تھا۔ تقسیم کچھ اس طرح تھی۔

بہت ہی امیر لوگ اور زمیندار	۴۸ درہم فی کس
اوسط درجے کے لوگ	۲۴ " " "
تجارت پیشہ	۲۴ " " "
عام افراد	۱۲ " " "

فقیروں اور مندرجہ ذیل لوگوں سے جزیہ وصول نہ کرنے کے سختی سے احکامات جاری کیے گئے تھے۔

۵۰ سال سے زیادہ عمر کے لوگ

۲۰ سال سے کم عمر کے لوگ

تمام عورتیں

تمام فالج زدہ لوگ

تمام معذور افراد

تمام اندھے افراد

تمام مجنون (پاگل) افراد

زکوٰۃ اور صدقے سے وصول ہونے والی آمدنی ان مدات کیلئے مخصوص تھی۔

(الف) وصولی اور تقسیم کے شعبوں کا انتظام

(ب) غرباء، ناداروں، یتیموں، معمر بیواؤں اور معذور افراد کے لئے عطیات اور امداد

(ج) ملک کے لئے رضاکارانہ طور پر لڑنے والوں کیلئے اعزازیہ۔

(د) فوج کے افسران اور سپاہیوں کی بیواؤں اور یتیموں کیلئے پنشن۔

(ہ) غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا۔

(و) سرکاری قرضوں کی ادائیگی۔

(ز) یکہ و تنہا رہ جانے والے حاجیوں کی امداد

مدات (ج) اور (د) پہلی دفعہ حضرت علی نے شامل کیں جہاں تک مد (و) کا تعلق ہے آپؑ سے پہلے کسی بادشاہ نے ریاست کو اس بات کا اخلاقی پابند نہیں سمجھا تھا کہ وہ کسی شخص سے لئے ہوئے قرض واپس کرے۔

maablib.org

حضرت علی نے سب سے پہلی بار بیت المال سے حکمران کا حصہ ایک عام آدمی کے حصے کے برابر مقرر کیا۔

جزیہ سے وصول ہونے والی آمدنی مندرجہ ذیل مدات پر خرچ کیا جاتا تھا۔

(الف) فوج کی نگہداشت
(ب) قلعوں کی تعمیر اور دیکھ بھال
(ج) پلوں اور سڑکوں کی تعمیر اور دیکھ بھال
(د) کنوؤں کی کھدائی
(ہ) سراؤں کی تعمیر

مالیہ صوبائی آمدنی تھی اور مرکز کی ہدایات کے مطابق عدالتوں، دفاتر اور دوسرے ضروری کاموں پر خرچ کی جاتی تھی آپ ٹیکس کی وصولی سے زیادہ ٹیکس دہندہ کو بنیادی اہمیت کا حامل سمجھتے تھے اس بات کا اندازہ اس سلسلے میں ایک گورنر کو دی جانے والی ہدایت سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "جہاں تک مالیہ کی وصولی کا تعلق ہے تمہیں ٹیکس دہندہ کی بہتری کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جو کہ ٹیکسوں سے زیادہ بنیادی اہمیت کی حامل ہے اور چونکہ لوگوں کی ٹیکس دینے کی اصل استعداد کا دارومدار زمین کی زرخیزی سے ہے اس لئے مالیہ کی وصولی سے زیادہ توجہ زمین کی زرخیزی اور شہریوں کی فلاح و بہبود پر دی جانی چاہیئے۔"

(ب) تقسیم دولت

عوامی دولت کی تقسیم پر حضرت علی نے بہت توجہ دی اور آپ کی پالیسیوں کی بنا پر آپ کے بہت سے قریبی ساتھی آپ کو چھوڑ گئے یا آپ سے ناراض ہو گئے۔

maablib.org

آپ نے سب سے پہلے خزانہ اور محکمۂ حسابات کی از سر نو تنظیم کی۔ غیر دیانتدار افسران کو ہٹایا گیا۔ حسابات کی جانچ پڑتال کا ایک نیا نظام رائج کیا گیا۔ خزانے کے افسر اعلیٰ عثمان ابن حنیف مقرر کیے گئے۔ عوامی دولت کی مساویانہ تقسیم کا طریقہ رائج کیا گیا اور ہفتہ وار ادائیگی کی بنیاد ڈالی گئی۔ جمعہ مسلمانوں کا قومی دن ہے اس لئے ہر جمعرات کو ادائیگی کی جاتی تھی اور ہر جمعرات کے دن کھاتے بند کر دیئے جاتے تھے اور ہفتہ کے دن نئے سرے سے حسابات شروع ہوتے تھے۔

غیر جانبداری اور مساوات آپ کی تقسیم دولت کی پالیسی کے بنیادی نکات تھے۔ کوفہ میں خود آپ تقسیم کے کاموں کی نگرانی فرماتے تھے اور جب جمعرات کے دن حسابات کی پڑتال ہو جاتی تھی اور کھاتے بند ہو جاتے تھے تو آپ خزانہ کے دفتر میں ہی نماز ادا کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنا فرض انجام دے دیا۔

خزانے کے باہر ایک عجیب منظر ہوتا تھا حبشی غلام اور عرب شیخ ایک ہی قطار میں ہوتے تھے اور ان کو مساوی حصے ملتے تھے مختصر سے عرصے میں چاندی اور سونے کے سکوں کا ڈھیر ختم ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت نے شکایت کی کہ اس کا حصہ اسکے اخراجات کیلئے ناکافی ہے آپؑ نے اس ضعیفہ کو اپنا حصہ دے دیا اور خود تہی دست واپس گھر تشریف لے گئے۔

ایک دفعہ آپکے بہت معتمد صحابی عثمان ابن حنیف نے آپ سے عرض کی

کر یا ہو گا ـــــــ مساوی تقسیم کا طریقہ رائج کر کے حبشیوں اور ایرانیوں کو عربوں کا درجہ دیکر غلام اور آقا کو مساوی حصہ دے کر امیر لوگوں کو ان کی جاگیروں سے محروم کر کے اور ان کے معیار زندگی کے مطابق ان کی حاصل شدہ خصوصی مراعات روک کر آپ نے اپنے لئے اور اپنے مقصد کے لئے بہتری سے زیادہ ضرر کے حالات پیدا کر دیئے ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ امیر اور با اثر لوگ آپ سے کٹ کر معاویہ کے گرد جمع ہو رہے ہیں ۔ یہ حبشی غلام، بیوائیں، یتیم، معذور افراد اور غریب لوگ آپ کے کس کام آسکتے ہیں یہ آپ کی کس طرح مدد کر سکیں گے ۔ آپؑ نے جواب دیا کہ میں کسی بھی طرح امیر اور با اثر افراد کو مسلم معاشرے کے استحصال اور دولت اور مواقع کی غیر منصفانہ اور غیر مساوی تقسیم کے نظام کی اجازت نہیں دے سکتا ۔ میں اس کو ایک لمحے کے لئے برداشت نہیں کر سکتا ۔ یہ عوام کی دولت ہے عوام سے آتی ہے اور عوام میں ہی واپس جانی چاہیئے لہٰذا امیر اور با اقتدار لوگوں نے کوئی دولت پیدا نہیں کی انہوں نے دولت عوام سے حاصل کی ہے اور ٹیکس ادا کرنے کے بعد جو کچھ ان کے پاس باقی رہ جاتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو وہ ادا کرتے ہیں اور ان کو اس کے رکھنے کی بخوشی اجازت دے دی گئی ہے ۔ اگر یہ تمام بھی نجی ملکیت ہوتی میں اسے بھی اسی طرح بخوشی تقسیم کر دیتا جہاں تک ان کی ناراضگی کا تعلق ہے مجھے خوشی ہے کہ وہ مجھ سے ناراض ہیں ۔ جہاں تک ان نادار اور معذور لوگوں کی خدمات کا تعلق ہے

یاد رکھو کہ میں ان کی مدد ان کی خدمات حاصل کرنے کے لئے نہیں کر رہا۔ میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کہ یہ میری کوئی خدمت نہیں کر سکتے۔ میں ان کی مدد اس لیے کرتا ہوں کہ یہ اپنی مدد نہیں کر سکتے اور یہ بھی ایسے ہی انسان ہیں جیسے تم اور میں۔ خدا اسی طرح فرائض کی ادائیگی میں میری مدد کرے جس طرح وہ چاہتا ہے۔

فوج

حضرت علی پیدائشی طور پر سپاہی تھے اور انہوں نے ۱۴ سال کی عمر سے ہی حضور اکرم کے محافظ کی حیثیت سے ایک فوجی کی زندگی اختیار کر لی تھی اس کے بعد سے اسلامی لشکر کی تنظیم اس کے لئے رضاکاروں اور سپاہیوں کی فراہمی اور دفاع کے مسائل پر حضور اکرم صرف آپ پر بھروسہ کرتے تھے اور آپ کی فوجی مہارت کی بنا پر ہی اسلامی لشکر اپنے ابتدائی دور میں اور نامساعد حالات میں اپنے سے بڑے دشمنوں پر غالب آ گیا تھا حضرت عمر اپنے دور خلافت میں فوجی مسائل پر حضرت علی سے صلاح و مشورہ کیا کرتے تھے۔

عمر کے ساتھ آپ کے سپاہیانہ اور فوجیانہ جوہر مدھم نہیں پڑے ۶۰ سال کی عمر میں جمل، صفین اور نہروان کی جنگوں میں بھی آپ اتنے ہی بہادر سپاہی، اتنے ہی بہترین فوجی تھے جتنے اپنی زندگی کے اولین حصے میں بدر، احد، خندق، خیبر اور حنین میں تھے۔

اپنے دورِ خلافت میں آپ نے اس شعبہ کو بہت اچھی طرح منظم کیا۔ ریاست کے خزانے (بیت المال) پر سب سے پہلی ذمہ داری فوج کا محکمہ تھی۔ ہر صوبہ کا گورنر مالیات کا افسرِ اعلیٰ ہونے کے علاوہ اپنی ماتحت فوج کا سپہ سالار بھی ہوتا تھا جب اس قسم کے افسران نہ ملتے جو سول انتظامیہ اور فوج دونوں کے انتظامات سنبھال سکیں تو پھر کام کو تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

حضرت علی کرائے کے سپاہیوں کو بالکل برداشت نہیں کرتے تھے مگر رضاکارانہ طور پر فوج میں شامل ہونے والوں کی خدمات کا پورا صلہ دیتے تھے آپ کو خونریزی اور قتل و غارتگری سے نفرت تھی اور اپنے سپاہیوں سے چاہتے تھے کہ وہ اللہ کے اور دینِ اسلام کے فوجی بنیں۔ آپ کے اپنے فوجیوں کو سخت احکامات تھے کہ "اپنے دل میں ہمیشہ خوفِ خدا رکھو۔ یاد رکھو کہ خدا کی مرضی اور اس کی مدد کے بغیر تم کچھ نہیں کر سکتے یاد رکھو کہ اسلام امن اور سلامتی کا پیغام ہے رسولِ خدا کو بہادری، شجاعت اور تقویٰ کے نمونہ کی حیثیت سے ہمیشہ اپنے سامنے رکھو۔ ذاتی دفاع کے علاوہ کسی شخص کو مت مارو۔ اپنی سواری اور اسلحہ کا خیال رکھو یہ تمہارے بہترین محافظ ہیں۔ جب کام کر رہے ہو تو سخت محنت کرو لیکن کچھ وقت آرام اور سکون کو بھی دو۔ ایک چیز کو دوسری چیز کے حدود اوقات میں داخل نہ ہونے دو۔ جنگ سے بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرو اور فرار ہونے والوں کو مت مارو۔ جو زندگی اور رحم کی بھیک مانگے

اس کو مت مارو۔ شہریوں کو مت مارو۔ عورتوں کی عصمت داغدار نہ کرو۔ ضعیف لوگوں اور بچوں کو مت مارو۔ کسی بھی جگہ کی شہری آبادی سے کسی قسم کے تحفے قبول نہ کرو۔ اپنے افسران اور سپاہیوں کو شہریوں کے گھروں میں مت ٹھہراؤ۔ اپنی نماز کو نہ بھولو۔ خدا سے ڈرو۔ یاد رکھو کہ تم کو کبھی نہ کبھی موت ضرور آئے گی چاہے تم میدان جنگ سے ہزاروں میل کے فاصلے پر کیوں نہ ہو۔ اس لئے ہمیشہ موت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہو۔"

آپ بہت زیادہ اسلحہ سے لیس اور زرہ پوش سپاہیوں کو پسند نہیں فرماتے تھے آپ کو ہلکی تلواریں، ہلکے تیر کمان اور زرہ بکتر کی ہلکی زنجیریں پسند تھیں۔ آپ ہمیشہ ایک چاق و چوبند فوج پسند کرتے تھے اس مختصر سے کتابچے میں حضرت علی کے تنظیم لشکر کی تفصیل نہیں دی جا سکتی لیکن تفصیل کے لئے ابن ابی الحدید نے سراج المبین، المرتضیٰ اور کتاب صفین نامی کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان کتابوں میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے کہ آپ نے کس طرح اپنی فوج کی تنظیم کی، آپ کی جنگی حکمت عملی کیا تھی، کس طرح آپ نے اپنی فوج کو چھ گروہوں میں تقسیم کیا تھا اور ان گروہوں کی مدد سے وہ کس طرح ہر قسم کے حملے سے دفاع کرتے تھے۔ کس طرح آپ نے اپنی فوج کے سواروں کو اونٹوں اور گھوڑوں کے یونٹوں میں تقسیم کیا تھا اور کس طرح پیدل فوج کو مختلف گروہوں میں منقسم کیا تھا۔ میدان جنگ میں

آپ کس طرح فوج کو منظم کیا کرتے تھے اور کیوں آپ کو زندگی میں
کبھی شکست کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ آپ کتنے دلیر تھے اور آپ بغیر
زرہ بکتر اور ڈھال کے کس طرح جنگ کرتے تھے اور کیوں آپ کو ایک
ضرب سے زیادہ مارنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی اور کیوں کوئی شخص
اگر آپ کی پہلی ضرب سے زندہ بچ جاتا تھا تو دوسری ضرب سہنے کے لئے
آپ کے مقابلے میں نہیں آتا تھا۔ آپ کے نزدیک جنگ اپنے دفاع کا
مقدس فرض تھا آپ کے خیال کے مطابق مسلمان کی زندگی ایک
میدان جنگ ہے جہاں اس کو اپنی جان، مقصد یا ملک کے تحفظ کے
لئے تلوار سے دفاع کرنے کی ضرورت شاذ و نادر ہی پڑتی ہے جسے
جہاد اصغر کہتے ہیں اور یہ قوت کتنی ہی قوی ہو اسے مقابلہ کرنا پڑتا
ہے جبکہ اپنی روزمرہ زندگی میں اسے سفلہ خواہشات، بے کار تمناؤں
اور بے حد آرزوؤں کے خلاف جنگ کرنی پڑتی ہے یہ جہاد اکبر ہے۔ احتیاط
برتو اور اس جنگ میں شکست سے بچو، یاد رکھو یہ ساری زندگی کی جنگ ہے
اور اس میں کامیابی شہادت کا رتبہ رکھتی ہے چاہے کوئی شخص اپنے اعزار
کے درمیان بستر مرگ پر ہی کیوں نہ مرے

عدلیہ

آپ کی اصلاحات کا سب سے اہم پہلو عدلیہ کو انتظامیہ اور فوج
سے آزاد اور بالاتر رکھنا تھا۔ آپ اس سلسلے میں اتنے بااصول تھے
کہ وہ قاضی الشریعۃ کے سامنے ایک مستغیث کی حیثیت سے پیش

ہوئے اور جب قاضی نے آپ کو عدالت میں مخصوص مقام پر عزت کے ساتھ بٹھانا چاہا تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ عدالت میں خلیفہ یا بادشاہ کی حیثیت سے آئے ہیں اور آپ نے قاضی کا فیصلہ قبول کر لیا عدالت کے وقار کو ملحوظ رکھنے اور مساوات کے ان زریں اصولوں پر عملدرآمد دیکھ کر وہ شخص اتنا متاثر ہوا جس کے خلاف آپ نے مقدمہ دائر کیا تھا اور ہار گئے تھے کہ وہ آپ کے پیچھے بھاگا اور آپ کی عبا کا دامن چوم کر کہنے لگا کہ "یا مولیٰ میں عیسائی ہوں مجھے اسلام کی تعلیم دیجیے میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں"۔ آپ نے سوال کیا "کیوں، کیا تمہیں کسی نے مجبور کیا ہے؟ اس نے جواب دیا "نہیں، ایک غیر مسلم سے مساویانہ برتاؤ، عدلیہ کے وقار کی بلندی، اور آپ کے اپنے اقتدار اور طاقت کے استعمال سے اجتناب سے میں محسوس کرتا ہوں کہ اسلام ایک اچھا مذہب ہے، آپ ایک خلیفہ کی حیثیت سے مجھے مروا سکتے ہیں اور میری جائیداد پر قبضہ کر سکتے تھے اور کوئی آپ سے آپ کے اس اقدام کے بارے میں سوال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا لیکن آپ نے عدالت سے رجوع کیا اور میرے خلاف مقدمہ دائر کیا اور اپنے خلاف دیئے گئے فیصلے کو بخوشی قبول کیا میں نے آپ سے پہلے ایسے کسی حکمران کے بارے میں نہیں سنا تھا۔ جس چیز کا آپ نے دعویٰ کیا تھا وہ حقیقتاً آپ کی تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ گواہ کوفہ سے باہر ہیں اس لئے میں بہت دلیری سے آپ کی چیز کو اپنا بتا رہا تھا اور آپ جیسے معزز شخص کے خلاف جھوٹ

بولا اور اب بہت شرمندہ ہوں آپ نے مجھے سن لیا ہے آپ کیا اب بھی مجھے اسلام میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت نے پوچھا کہ "کیا تم اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو رہے ہو؟"۔ اس شخص نے جواب دیا۔ "ہاں۔ آپ کی حکومت میں مجھے اپنے مذہب پر رہنے میں کوئی نقصان نہیں ہے اور اسلام قبول کر کے اور اپنے گناہ اور جرم کا اقرار کر کے کوئی دنیاوی مفاد نہیں ہے"۔

آپ نے ججوں کے تقرر کے لیے جو معیار مقرر کیا تھا وہ ایک مثال ہے۔ صرف ایسے اشخاص کو منتخب کیا جائے جو مسلم قوانین پر عبور رکھتے ہوں اور قرآن اور سنت کے بارے میں جانتے ہوں تاکہ ان میں دیئے گئے اصولوں کی روشنی میں فیصلے صادر کر سکیں اس کے علاوہ ان کو دوسرے مذاہب کے قوانین کا بھی علم ہونا چاہیئے جن کے پیرو ان کے صوبوں میں رہتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو منتخب کیا جائے جو مرتبہ اور حیثیت کے حامل ہوں۔

ایسے لوگوں کو منتخب کیا جائے جو مقدمے کے فریقین سے سخت اور توہین آمیز رویہ اختیار نہ کریں، نہ جلد غصے میں آتے ہوں اور نہ ہی بے قابو ہوتے ہوں۔ مقدمے کے فریقین کو اس بات کا احساس دلایا جانا چاہیئے کہ ان کے مفادات کا مکمل تحفظ اور دیکھ بھال ہو رہی ہے اور یہ کہ ان کے لئے انصاف کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

ایسے افراد کو منتخب کیا جائے کہ وہ اگر یہ محسوس کریں کہ انہوں نے

غلطی کردی ہے تو وہ ہٹ دھرمی سے اس پر اڑے نہ رہیں بلکہ ناانصافی کا ازالہ کریں۔

ایسے افراد کو منتخب کیا جائے جو زیر غور مقدمے کی تہہ تک پہنچنے اور حقائق معلوم کرنے کے اہل ہوں۔

ایسے لوگوں کو منتخب کیا جائے جو فوری طور پر فیصلوں پر پہنچ سکیں اور مقدمے کو غیر ضروری طور پر طویل نہ کریں۔

ایسے لوگوں کو منتخب کیا جائے جو کسی سے متاثر نہ ہوتے ہوں اور سفارش قبول نہ کرتے ہوں۔ ان کی تنخواہیں مقرر ہونی چاہئیں تاکہ یہ لوگ تحفوں اور رشوت کے لالچ میں نہ آئیں۔

گورنروں کی محفلوں اور عام محفلوں میں ان کو اعزازی نشستیں مہیا کی جانی چاہئیں۔

لالچی، حریص افراد اور جو لوگ خوشامد میں آجاتے ہوں ان کو منتخب نہ کیا جائے۔

لوگوں کے لئے اپیل کے دروازے بند نہیں ہونے چاہئیں۔ عدالت کے فیصلہ کے خلاف اپیل کی سماعت خلیفہ قرآن اور احادیث کے احکامات کے مطابق کرے گا۔

مرکزی اور صوبائی سیکریٹریٹ اور ماتحت افسران

حضرت علی نے اپنے ایک گورنر کے نام ایک خط میں (یہ خط نہج البلاغہ

میں شامل ہے) افسران کے فرائض سے متعلق ایک مکمل ضابطہ تحریر کیا ہے اس سلسلے میں بیروت کا مشہور عیسائی ماہر قانون عبد المسیح لکھتا ہے کہ "یہ ضابطہ حضرت موسیٰ اور حمورابی کے دیئے گئے ضابطوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک اچھا انتظام کیسا ہونا چاہیئے اور کس طرح اس پر عملدر آمد کیا جانا چاہیئے جو مسلمانوں کے اس دعوے کا جواز پیدا کرتا ہے کہ اسلام عوام کیلئے، عوام کے ذریعے اور عوام کا ایک الٰہی انتظام پیش کرتا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ایک حکمران کو اپنی ذات کو خوش کرنے کے لئے حکومت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ محکوموں کی خوشحالی کے لئے۔ اسلام سے پہلے کسی مذہب نے اس مقصد کو حاصل نہیں کیا حضرت علی کو حکومت کے ان اصولوں کے پیش کرنے پر مبارکباد دی جانی چاہیئے"۔ عبد المسیح اپنے اس دعوے میں کہاں تک درست ہے کہ یہ ضابطہ حمورابی کے ضابطے سے بھی زیادہ جامع ہے اس کا اندازہ خود حضرت علی کے اس خط سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے مالک اشتر کے نام لکھا ہے

maablib.org

حضرت علی کی خدمات اسلام اور رسول اللہ کیلئے

حضرت علی نے اسلام اور رسول اللہ کی جو خدمات انجام دی ہیں ان پر تفصیلی بحث کی اس مختصر سی کتاب میں گنجائش نہیں ہے البتہ مختصراً حضرت علی کی دینی خدمات دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(۱) اسلام اور حضورؐ کی خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف کرنے کا اعلان حضرت علی نے دعوت ذوالعشیرہ کے موقعہ پر کیا تھا جب تین سال کی خفیہ تبلیغ کے بعد اللہ کی جانب سے رسول اللہ کو حکم ہوا کہ وہ اب تبلیغ عام کریں اور حضورؐ نے حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں اور پوتوں کو دعوت پر بلا کر خدا کا پیغام سنایا تھا اور حاضرین کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ کون ہے جو میرا وزیر بنے اور میرے بوجھ کو ہلکا کرے جیسے ہارون نے موسیٰ کا بوجھ ہلکا کیا تھا تمام حاضرین خاموش رہے مگر حضرت علی کھڑے ہوئے اور فرمایا "یارسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا حالانکہ میں حاضرین میں سب سے کم عمر ہوں مگر میں آپ کا وزیر بنوں گا" جس پر حضرت محمدؐ نے ان کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا تھا "میرے بھائی اور میرے وزیر کو دیکھو اور اس کی فرمانبرداری کرنا"

حضرت علی کی یہ خدمت تاریخ اسلام کی سب سے اہم خدمت ہے

اس لئے کہ مورخین کی نظر میں اگر حضرت علی اس موقعہ پر حضور کی دعوتِ اسلام کا جواب مثبت انداز میں نہ دیتے تو حاضرین کی خاموشی سے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ تبلیغ آگے نہیں بڑھتی۔ اس لحاظ سے یہ اسلام کی سب سے اہم اور اولین خدمت تھی اس دن کے بعد سے اپنی زندگی کے آخری سانس تک حضرت علی نے اسلام کی خدمت کی۔

(۲) دوسرا موقعہ حضور کی زندگی میں اس وقت آیا جب اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے قریش کے تمام قبائل نے مل کر حضرت محمد کو قتل کرنے کی سازش کی دارالندوہ میں ایک خفیہ اجلاس ہوا جس میں طے ہوا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص لیا جائے اور تمام کے تمام مل کر بیک وقت حملہ کر کے قتل کر دیں تاکہ کسی ایک قبیلے پر قتل کا الزام نہ آئے اور بنی ہاشم تمام قبائل سے بدلہ لینے کی ہمت نہیں کر سکیں گے اور دیت پر راضی ہو جائیں گے یہ واقعہ ستمبر ۶۲۲ء کا ہے اسی سال سے ہجری سنہ کا آغاز ہوا۔ حضور اکرم پر وحی نازل ہوئی کہ آپ مدینے کی جانب ہجرت کر جائیں اور آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر لٹا کر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت علی کو وہاں چھوڑنے اور بستر پر لٹانے کے دو اسباب تھے ایک تو حضور کے پاس لوگوں کی جو امانتیں تھیں وہ واپس دی جا سکیں اور دوسرے یہ کہ لوگوں کو معلوم نہ ہو سکے کہ بستر پر محمدؐ نہیں سو رہے اس شب حضرت علی اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بستر نبی پر سوئے اور حضور کی چادر اوڑھ لی لوگوں کو صرف اس وقت اس بات کا علم ہوا کہ بستر پہ

نبی نہیں علی سو رہے ہیں جب انہوں نے قتل کے ارادے سے چادر سرکائی اور اس طرح حضور آرام اور سکون سے مدینہ کی جانب ہجرت فرما گئے۔

اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت مدینہ جا کر اور پھلنے پھولنے لگی اور قریش اس آگ میں جلنے لگے جس کی بنا پر انہوں نے مختلف جنگیں مسلمانوں پر مسلط کیں۔ مسلمانوں نے دفاعی جنگیں لڑیں اور یہ وہ وقت تھا جب مسلمان طاقت میں نہیں تھے اور اس زمانے میں غزوات میں حضرت علی نے نمایاں کردار انجام دیئے۔ ہم ہر جنگ کے مختصر حالات بیان کر رہے ہیں۔

(۱) رمضان ۲ ہجری میں بدر کے مقام پر مسلمانوں اور کفار قریش کے درمیان پہلی جنگ لڑی گئی مسلمان اس لڑائی کے لئے تیار نہ تھے حضور نے مدینے سے باہر آ کر کھلے مقام پر اپنے تحفظ کا فیصلہ کیا مسلمان نہتے اور تعداد میں کم (۳۱۳) تھے جب کہ کفار کا لشکر ۱۰۰۰ سپاہیوں پر مشتمل تھا اور وہ پوری طرح مسلح تھے۔ مسلمان احساس کمتری میں مبتلا تھے اور دو بدو جنگ سے خائف تھے۔ حضرت علی نے اس جنگ میں قریش کے ۳۶ آدمیوں کو قتل کیا جن میں قریش کے مشہور پہلوان بھی شامل تھے حضرت علی نے ان سب کو دو بدو جنگ میں قتل کیا جن میں مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل بھی شامل تھا حضرت علی اس جنگ میں زخمی ہو گئے۔ لیکن اس جنگ میں مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے اور ان کو احساس ہو گیا کہ خدا ان کی پشت پر ہے حضرت علی نے اس جنگ میں سب سے نمایاں کردار انجام دیا۔

(۴) ۱۱ شوال ۳ھ کو ۲۰۰۰ پیادوں اور ۳۰۰۰ سواروں کا ایک لشکر مسلمانوں سے بدر کا بدلہ لینے کیلئے احد کے میدان میں ان کے خلاف صف آرا ہوا۔ یہ جنگ احد کہلاتی ہے۔ مسلمان تعداد میں ۷۰۰ تھے۔ مسلمانوں کے لشکر کی سالاری حضرت علی اور حضرت حمزہ کے سپرد تھی جبکہ کفار کے لشکر کی سالاری خالد بن ولید، اکرمہ ابن ابو جہل اور عمرو بن العاص کر رہے تھے

سب سے پہلے حضرت علی اور طلحہ ابن طلحہ کے درمیان جنگ ہوئی اور وہ مارا گیا جس کے نتیجے میں اس کے چار بیٹے اور ایک پوتا حضرت علی کا مقابلہ کرنے آئے اور سب قتل کر دیے گئے طلحہ ابن طلحہ لشکر کا علمبردار تھا اس کے بعد اور علمبردار بھی حضرت علی سے مقابلے کے لئے آئے اور مارے گئے۔ اس کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی اور حضرت حمزہ اور حضرت علی نے لشکر کفار پر قابو پا لیا لیکن مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے جس کی بنا پر ان میں افراتفری پھیل گئی۔ حضرت علی نے ان کو منظم رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خالد بن ولید نے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کر دیا اور حضورؐ کو زخمی کر دیا جس سے حضورؐ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا اور وہ اپنے گھوڑے سے زمین پر گر گئے خالد بن ولید نے باآواز بلند پکارنا شروع کر دیا کہ حضرت محمد قتل کر دیئے گئے جس پر مسلمانوں نے حوصلہ ہار دیا اور انہوں نے تصدیق کئے بغیر بھاگنا شروع کر دیا میدان جنگ میں حضرت محمد کے علاوہ جو چار افراد باقی رہ گئے تھے ان میں

حضرت حمزہ اور حضرت علی بھی شامل تھے ان چاروں فوجیوں نے
حضور تک پہنچنے کی کوشش کی حضرت حمزہ اسی موقعہ پہ شہید ہوئے اور
ابو دجانہ اور زکوان حضور تک پہنچنے کی کوشش میں زخمی ہو گئے حضرت علی
موقعہ پر پہنچ گئے جہاں حضرت محمد کو خالد بن ولید اور اس کے ساتھیوں
نے گھیر رکھا تھا اور ان کو قتل کرنے کی کوشش کیر رہا تھا حضرت علی نے
ان کے خلاف جنگ کی حضرت نے ان میں سے دو کو قتل کیا اور باقی کو
بھگا دیا اور حضورؐ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر احد کی پہاڑی پر لے گئے
اور لوگوں کو پکار پکار کر بتانے لگے کہ حضورؐ زندہ ہیں اور ساتھ
ہی ساتھ دشمن کی فوج کے ساتھ جنگ بھی کرتے رہے۔ وہ مسلمان جو ابھی میدان
جنگ سے زیادہ دور نہیں گئے تھے واپس آ گئے اور پھر حوصلے سے کام
لے کر کفار کے خلاف حملہ کیا اور فتح مند ہوئے۔ اس موقعہ پر حضرت علی
نے نہ صرف میدان میں جنگ کے جوہر دکھائے بلکہ حضرت محمدؐ کی جان بھی
بچائی۔ اس جنگ میں حضرت علی نے قریش کے ۲۸ مشہور پہلوانوں
کو قتل کیا جن میں ۱۷ لشکرِ قریش کے علمبردار تھے حضورؐ نے فرمایا
کہ جبرئیل نے حضرت علی کی شان میں قصیدہ پڑھا کہ "لافتیٰ الا
علی لاسیف الا ذوالفقار"۔

(۵) احد کی شکست قریش کی غیرت پر ایک تازیانہ تھا ابو سفیان
نے عرب کے جملہ قبائل کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ مل کر مسلمانوں
کا مقابلہ کریں اور اس طرح ۵ ہجری (۲۳ ذی الحجہ) کو ۹ ہزار

سپاہیوں کا ایک لشکر عمر ابنا عبدود کی سالاری میں مدینہ کی جانب حملہ آور
ہوا۔ حضرت سلمان فارسی کے مشورے پر حضور نے اپنے تحفظ اور
دفاع کیلئے ایک خندق کھودی اور یہی وجہ ہے کہ یہ جنگ غزوۂ احزاب
(قبائل) یا جنگ خندق کہلاتی ہے۔ کوئی ایک مہینہ تک دونوں
فوجیں آمنے سامنے صف آرا ہیں اور ایک دن عمر ابنا عبدود خندق
پھلانگ کر دوسری جانب آگیا اس کے ساتھ نوفل ابن عبداللہ، ضرار
ابن خطاب، عبداللہ ابن مغیرہ اور اکرمہ ابن ابوجہل بھی تھے۔ اتنے
احزاب کے اس مجمعے کی بنا پر اور عمر ابنا عبدود کے خوف سے مسلمان
پریشان تھے اور قرآن حکیم کی زبان میں "ان کی آنکھیں ابلی پڑی تھیں
ان کے دل بری طرح دھڑک رہے تھے" اور وہ بھاگنے کی سوچ رہے تھے
عمر ابن عبدود نے تین مرتبہ مسلمانوں کے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا
کہ ہے کوئی جو میرے مقابلے میں آئے ہر دفعہ صرف حضرت علیؑ نے مقابلے
میں آنے کی اجازت طلب کی لیکن دو دفعہ حضور نے آپ کو اجازت
نہیں دی اور تیسری دفعہ یہ کہہ کر آپ کو رخصت کیا کہ آج کل ایمان
کل کفر کے مقابلے میں جا رہا ہے۔ اور حضور نے دعا فرمائی کہ یا اللہ
میں علی کو تنہا میدانِ جنگ میں بھیج رہا ہوں تو بہترین محافظ
ہے۔

حضرت علیؑ نے عمر ابنا عبدود کو مقابلے میں قتل کر دیا اور اس
کے بعد عبداللہ ابن مغیرہ اور نوفل ابن عبداللہ کو قتل کیا۔ عمر ابن عبدود

کی بہن نے حضرت علی کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جس میں اس نے لکھا کہ "اگر میرے بھائی کو علی کے علاوہ کوئی دوسرا قتل کرتا تو میں اس کی گمنامی پر تمام عمر روتی لیکن اب نہیں روؤں گی" ان مشہور پہلوانوں کے قتل کے بعد قریش اور دوسرے قبائل کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کا غرور ٹوٹ گیا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور صرف حضرت علی کی وجہ سے یہ جنگ مسلمانوں نے بغیر جنگ کئے جیت لی۔حضرت علی نے ان جنگوں میں ۷۰ دشمنانِ اسلام کو قتل کیا۔ جبکہ ۶۰ سے زیادہ مسلمان شہید نہیں ہوئے ان ستر دشمنان میں کوئی کسی قبیلہ کا سردار تھا تو کوئی علمبردارِ لشکر اور کوئی اپنی بہادری میں مشہور تھا تو کوئی اسلام دشمنی میں۔

مسلمانوں کو شروع میں قریش سے خطرہ تھا لیکن ایک اور خطرہ یہودی تھے جو شروع میں خفیہ طور پر بعد میں علانیہ قریش کے ساتھ ہو گئے تھے جب ان کو فلسطین سے نکالا گیا تھا تو وہ خیبر کے مقام پر جمع ہو گئے تھے جو چند قلعوں پر مشتمل تھا اور ان میں سب سے بڑا قموص تھا۔ جنگ احزاب میں قریش کی شکست کے بعد یہودیوں نے بنی اسد بنی کنانہ اور اسی قسم کے دوسرے قبائل سے گٹھ جوڑ کرنے کے بعد مسلمانوں سے جنگ کا فیصلہ کیا اس سلسلے میں تقریباً ۱۰ سے ۱۲ ہزار کا لشکر جمع کر لیا تھا جب حضور کو ان کے عزائم کا علم ہوا تو آپ نے ان سے خیبر میں جنگ کرنے کو ترجیح دی اور محرم ۷ھ کو خیبر کی جانب

۳۰۰۰ سپاہیوں کا ایک لشکر روانہ ہوا۔

حضرت علی آشوب چشم میں مبتلا تھے اس لئے مدینہ میں ہی رک گئے تھے چھوٹی چھوٹی جھڑپوں میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی لیکن قلعہ قموس فتح نہ ہو سکا روز حضورؐ کسی بڑے صحابی کو سپہ سالار بناکر روانہ کرتے لیکن قلعہ فتح نہ ہو پاتا۔

مسلمانوں کی یہ روز روز کی شکست مسلمانوں کے حوصلے پست کر رہی تھی اور یہودی ہر فتح کے بعد اور طاقتور ہوتے جارہے تھے اور وہ قبائل جو بدر، احد اور خندق میں مسلمانوں کی پیہم فتوحات سے خوفزدہ ہونے کے سبب مسلمانوں کے مقابلے میں آنے سے کتراتے تھے اب یہودیوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ مسلمانوں کو ایک اور خطرہ مدینہ میں منافقین سے بھی تھا اس لئے ایک شاندار فتح ہی مسلمانوں کے حوصلے بلند اور اللہ کے وعدے پر ان کے اعتماد کو بحال کر سکتی تھی آپ جانتے تھے کہ حضرت علی نے بیمار ہونے کے باوجود آپ کو نہیں چھوڑا ہے اور آپؐ کے پیچھے حضرت علی بھی تشریف لائے ہیں اس لئے آپؐ نے سوچا کہ اب چاہے بیماری ہو یا نہ ہو حضرت علی کو اسلام کے وقار کی خاطر جنگ کرنا ہی پڑے گی۔ اس لئے حضورؐ نے فرمایا کہ "کل میں علم ایک ایسے شخص کو دوں گا جو بڑھ بڑھ کر حملے کرنے والا ہوگا' غیر فرار ہوگا' جو خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور خدا اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں اور جو میرے پاس بغیر

فتح مند ہوئے واپس نہیں آئے گا۔ دوسرے دن حضورؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا
آپ کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور اس کے بعد آپ کو علم عطا فرمایا حضرت
علیؑ جنگ کے لئے روانہ ہوئے اور مرحب، عنتر، مرہ، حارث اور چار دوسرے
بڑے پہلوانوں کو قتل کرنے کے بعد صرف اپنے زور بازو سے قلعہ کا دروازہ
اکھاڑ پھینکا اور چار گھنٹے میں فوج کو قلعہ میں داخل کر کے وہاں اسلام کا
پرچم گاڑ دیا قلعہ قاموص عرب کا عظیم قلعہ تھا۔ اس کی فتح نے
مسلمانوں کی مایوسی کی حالت کو خوشی میں تبدیل کر دیا اور مسلمانوں کے
حوصلے ایک دفعہ پھر بلند ہو گئے۔ فتح کی خبر سن کر حضور حضرت علیؑ کے استقبال
کے لئے تشریف لائے ان کو سینے سے لگایا اور فرمایا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ
ہوتا کہ مسلمان تمہیں وہی درجہ دے دیں گے۔ جو عیسائی حضرت عیسیٰ کو دیتے
ہیں تو میں تمہارے فضائل وضاحت سے ان کے سامنے بیان کرتا لیکن اتنا
کہنا کافی ہے تم مجھ سے ہو میں تم سے ہوں تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو
ہارون کو موسیٰ سے تھی تم میرے مقصد کے لئے جنگ کرو گے اور قیامت
کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہو گے۔ حوض کوثر پر میرے
ساتھ ہو گے تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور تم سے جنگ مجھ سے جنگ
کے مترادف ہے تمہارا دوست میرا دوست ہے اور تمہارے ساتھ امن و
سلامتی سے رہنا میرے ساتھ امن و سلامتی سے رہنے کے مترادف ہے
تمہارا گوشت میرا گوشت ہے تمہارا خون میرا خون ہے جو تمہاری فرمانبرداری
کرے گا وہ میری فرمانبرداری کرے گا اللہ کے حکم سے میں تمہیں یہ

maablib.org

بشارت دیتا ہوں کہ تمہیں جو دوست رکھیں گے ان کو جنت انعام کی جائے گی اور تمہارے دشمنوں کو دوزخ نصیب ہو گی۔

(۷) خیبر کی فتح نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دیئے اور قریش جن کا مکہ پر اب بھی قبضہ تھا اور انہوں نے صلح حدیبیہ (معاہدہ حدیبیہ) کے تحت مسلمانوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ حج اور عمرہ تک کے لیے مکہ میں بمشکل جا سکتے تھے اب مسلمانوں سے خوفزدہ تھے رمضان ۸ھ کو آپؐ نے مکہ پر بغیر خون بہائے فتح حاصل کر لی اور عام معافی کا اعلان کر دیا اور اسلام کے بدترین دشمن ابوسفیان کو پناہ دی۔ کعبہ کو حضرت علی کی مدد سے بتوں کی آلائشوں سے پاک کیا اور حضرت علیؓ نے حضورؐ کے شانوں پر چڑھ کر بتوں کو توڑا۔ حلقۂ اسلام میں تین قسم کے لوگ شامل تھے کچھ ایسے تھے جن کو اسلام میں حقیقی سچائی دکھائی دی تھی اور کچھ ایسے تھے جو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھتے ہوئے دنیوی مفادات کی خاطر اسلام میں داخل ہو گئے تھے ان کو قریش کے اس رویے اور اسطرح شکست پر بہت تکلیف ہوئی اور اس بات پر اور زیادہ کہ ان تمام شکستوں کے باعث حضرت علی نے اب کعبے کو ان بتوں سے پاک کر دیا ہے جن کی وجہ سے کعبہ بت پرستی کا مرکز بن چکا تھا۔ تیسرے قسم کے مسلمان وہ تھے جو اس خوف سے مسلمان ہوئے تھے کہ اگر مسلمان نہ ہوئے تو ان کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔

(۸) مسلمان فتح کے نشے میں سرشار تھے کہ بنی ثقیف، بنی نصیر،

بنی سعد، بنی ہشام اور بنی ہلال نے مل کر اور منافقین کو اپنے ساتھ بلاکر ۲۰۰۰۰ کا ایک لشکر طائف کے مقام پر جمع کر لیا حضور اکرم نے ۱۵۰۰۰ کے لشکر کو لے کر طائف کی جانب سفر شروع کیا حنین کے مقام پر فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور اس جنگ میں مسلمانوں نے بہت ہی بزدلی اور کم حوصلگی کا ثبوت دیا اور ان کے فرار اور بزدلی کو قرآن سورۂ توبہ میں بیان کرتا ہے۔

اس جنگ میں مسلمانوں پر بعد میں خوف طاری ہو گیا تھا اور وہ حضور کا خیال کئے بغیر فرار ہونے لگے بھاگنے والوں میں پہلا شخص خالد بن ولید کی سپہ سالاری میں دی گئی فوج کا فرد تھا اس کے ساتھ بنی سلیم تھے۔ اس بھاگ دوڑ کے بعد میدان جنگ میں صرف دس افراد باقی رہ گئے ان میں سے آٹھ بنی ہاشم تھے۔ حضرت عباس مسلمانوں کو واپس آنے کیلئے پکار رہے تھے اور ان کو ان کی وفاداری کے وعدے یاد دِلا رہے تھے لیکن وہ مسلمان جو دنیوی مقاصد کے لئے مسلمان ہوئے تھے یا خوفزدہ ہو کر مسلمان ہوئے تھے اس وقت کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھے بلکہ وہ اسلام کی اس شکست پر خوش تھے اور ابو سفیان کو اس شکست کی مبارکباد دی گئی۔

حضرت علی پر ایک دفعہ پھر حضورؐ کی حفاظت کی کڑی ذمہ داری پڑ گئی حضرت نے ان وفادار مسلمانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا عبداللہ ابن مسعود، عباس ابن عبدالمطلب اور ابو سفیان ابن حارث کو

رسول اللہ کی حفاظت پر مامور کیا تین دوسرے افراد کو میدان میں حفاظت کے لئے چھوڑا اور ۳ افراد کے ساتھ جنگ کے لئے چلے گئے آپ نے سخت جنگ کی اور باوجود سخت زخمی ہونے کے کفار کے سپہ سالار ابی جندل کو دست بدست جنگ میں شکست دی اور ایک ہی وار میں اس کو ختم کر دیا۔ اس دن حضرت علی نے چالیس افراد کو قتل کیا اور ان کے ساتھیوں نے بھی بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے تیس سے زیادہ افراد کو قتل کیا اور اس طرح ان پر قابو پالیا گیا کفار اپنے سپہ سالار کی موت کے بعد حوصلے کھو بیٹھے اور بھاگنے لگے اور ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ حضرت علی کا مقابلہ کرنے سے کترا رہے تھے۔ اس طاقتور دشمن کی شکست کے منظر نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دیئے اور وہ مسلمان جو زیادہ دور نہیں گئے تھے وہ واپس آگئے جہاں ان کیلئے فتح پہلے سے موجود تھی۔

(۹) حضرت علی نے اسلام کی حفاظت صرف میدان جنگ میں ہی نہیں کی بلکہ حضور نے اپنی زندگی میں مختلف تبلیغی سرگرمیوں کے لئے حضرت علی کو وفود کے ساتھ بھیجا یا تنہا بھیجا۔

۸ ہجری میں جب یمنی قبیلہ بنی ہمدان کو حلقۂ اسلام میں لانے کے لئے بھیجے جانے والے دوسرے وفود ناکام ہو گئے تو حضرت علی کو بھیجا گیا جہاں انہوں نے قبیلہ کے سربراہ اور دوسرے پڑھے لکھے افراد کو جمع کر کے ان کے سامنے اسلام کے حقائق بیان کئے اور آپ کا

خطبہ اتنا پر اثر تھا کہ بہت سے افراد وہیں مسلمان ہو گئے۔ اور بعد میں بحث کا سلسلہ چھڑ گیا اور رفتہ رفتہ پورا قبیلہ قائل ہو گیا اور پورے دل کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ اس خبر کو سن کر حضور نے فرمایا " بنی ہمدان اور علی پر سلامتی ہو"
۱۰ ہجری میں آپ نے ایسا پر اثر خطبہ دیا کہ پورا صوبہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت علی کا تقرر بطور خلیفہ

یہ تصور کیا جاتا ہے کہ حضور نے اپنے بعد روحانی اور دنیوی حکومت کے لئے اپنے کسی نائب اور خلیفہ کا اعلان واضح طور پر نہیں فرمایا تھا اس سلسلے میں واقعات کثرت کے ساتھ موجود ہیں جن کی اس کتابچہ میں تفصیل نہیں دی جاسکتی لیکن ان میں سے چند واقعات یہاں دیئے جا رہے ہیں۔
(۱) سب سے پہلا واقعہ تو جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں دعوت ذوالعشیرہ تھی جب حضرت علی نے تمام حاضرین کی مکمل خاموشی کے باوجود آپ کی مدد کرنے اور دین کے لئے آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ فرمایا تھا جس پر حضور نے آپ کو سینے سے لگایا اور یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ سب ان کی اطاعت کریں۔ اس طرح حضورؐ نے وہیں آپؑ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا اور مشرق اور مغرب کے مورخین، ماہرین دینیات اور مفکرین اس واقعے کو حضرت علیؑ کے

نائب کی حیثیت سے تقرر کا درجہ دیتے ہیں۔

(۲) فتح خیبر کے بعد حضور کے الفاظ "تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور تم میرے نزدیک وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ .... تمہارے خلاف دشمنی مجھ سے دشمنی ہے اور تم سے دوستی مجھ سے دوستی ہے......"

کیا ان الفاظ کے بعد بھی شکوک و شبہات باقی رہ جانے چاہئیں۔

(۳) سب سے اہم واقعہ ۱۸ ذی الحجہ کو حجۃ الوداع کے بعد واپسی کا ہے جب آپ نے غدیر خم کے مقام پر مسلمانوں کو جمع کیا اور اونٹوں کے کجاووں سے منبر تعمیر کیا اور آخری خطبہ دیا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں اب تم کو ایک پیغام دینے والا ہوں اور پھر حضرت علی کو ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے نماز ادا فرمائی۔ آپ کے پاس مبارکباد کے لئے آنے والوں میں سب سے پہلے شخص حضرت عمر ابن خطاب تھے۔

maablib.org

حضرت علی کی شہادت

رمضان ۴۰ھ ہجری کی ۱۹ تاریخ تھی نماز فجر کا وقت تھا آپ نماز سے بہت پہلے مسجد میں تشریف لے آئے اور نمازیوں کو جگانا شروع کیا انہی میں عبدالرحمٰن ابن ملجم نامی شخص بھی تھا حضرت علی

نے جماعت کی امامت کی اور سجدے سے سر اٹھانے نہ پائے تھے کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے تلوار کا ایک مہلک وار کیا تلوار زہر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نماز ٹوٹ گئی عبدالرحمٰن بھاگنے لگا لوگ اس کو پکڑنے دوڑے اور اس کو گرفتار کر لیا گیا لیکن اس سختی کے ساتھ اس کو باندھ کر لایا گیا کہ آپ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپؑ نے لوگوں سے کہا کہ وہ اس کی رسیاں نرم کر دیں۔ اس پر عبدالرحمٰن نے رونا شروع کر دیا۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی اور فرمایا "تم نے اپنا گناہ کر لیا ہے توبہ کے لئے اب بہت تاخیر ہو چکی ہے کیا میں برا امام اور برا حاکم تھا۔"

لوگ آپ کو دولت کدے پر لے آئے دن نکلنے لگا تھا۔ آپ نے صبح سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے دن گواہ رہنا کہ علی کی پوری زندگی میں ایسا نہیں ہوا کہ دن نکلا ہو اور وہ سوتا رہا ہو۔"

آپ اس کے بعد دو دن تک زندہ رہے اور آپ جب بھی ہوش میں آتے خطبہ دیتے تھے ان میں سے کچھ خطبے نہج البلاغہ (حضرت علی کے خطبات، خطوط اور احکامات کا مجموعہ) میں شامل ہیں۔ ان خطبات میں اور اپنی آخری سانس تک آپ یہی فرماتے رہے کہ میرے قاتل کے ساتھ سخت برتاؤ نہ کرنا، اس کو سزا دی جائے تو اس کو صرف ایک ضرب لگائی جائے اور موت سے قبل اس کو اذیت نہ دی جائے اور اس کی املاک کو ضبط نہ کیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت امام حسن کو اپنا

نائب اور دوسرا امام مقرر فرمایا۔ آپ کی شہادت ۲۱ر رمضان کو ہوئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو کوفے سے دو میل دور نجف کے مقام پر دفن کیا گیا جہاں آپ کا روضہ ہے۔

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.org

حیدر علی موجی ظ ا آ، سماجی کارکن

maablib.org